ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۰ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ
۱۱ فروری ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

درسِ حدیث

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

کھڑے کھڑے پانی پینا

عَنْ علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَشْرَبَنَّ اَحَدُکُمْ قَائِمًا اَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم میں سے کوئی ہرگز کھڑے کھڑے نہ پیئے۔ (مسلم شریف)

حل الفاظ لا یشربنّ ن مشدّد کے ساتھ تاکید ہے۔ نہی کا صیغہ ہے۔ اور مفعول مذکور نہیں ہے۔ بلاغت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب مفعول مذکور نہ ہو تو عام یعنی ہر شے مراد ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ معنی ہوں گے کہ پینے کی کوئی چیز بھی ہو۔ پانی ہو، دودھ ہو، شربت ہو، لسی ہو۔ ہر چیز کے کھڑے کھڑے پینے کی سخت ممانعت ہے اور قائمًا حال ہے جو عامل ذوالحال کے لئے قید ہوتا ہے۔ اس لئے کھڑے ہونے کی حالت میں پینے کی ممانعت ہے۔

تشریح اس حدیث سے کھڑے کھڑے پانی وغیرہ پینے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے مگر مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ کو زمزم کا پانی دیا تو حضورؐ نے کھڑے کھڑے پی لیا اور بخاری وغیرہ میں حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے پانی منگایا، کھڑے کھڑے پیا اور فرمایا۔ کہ لوگ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے جیسا میں نے کیا۔ اس لئے امام بیہقی نے بتایا ہے کہ اس سے یا مکروہ تنزیہی مراد ہے یا مکروہ تحریمی تھا تو منسوخ ہو چکا تھا اور چونکہ کتاب والی حدیث کے راوی حضرت علی رضؓ ہیں تو پھر حضرت علی رضؓ کا فعل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو بتانا اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے اس لئے اسی حدیث میں اس کے بعد جو یہ آیا ہے کہ جو بھول سے پی لے تو قے کر دے۔ یہ بھی افضل طور پر ہے لازمی نہیں۔ لہٰذا بیٹھ کر پینا مستحب ہے واجب نہیں۔ اکثر علماءِ امت کا یہی قول ہے۔ صرف ابن حزم واجب کہتے ہیں یا ان کی تقلید کرنے والے جو خود کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اطباء اور ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ کھڑے کھڑے پانی پینا ہضم کے لئے مضر ہے۔

داہنا جوتا پہلے پہنا جائے

عَنْ علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِالْیَمِیْنِ وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ وَلْتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلُہُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرُہُمَا تُنْزَعُ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت علی رضؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو داہنے سے شروع کرے اور جب نکالے تو بائیں سے شروع کرے اور داہنا پہننے کی حالت میں اول اور اتارنے کی حالت میں آخر ہو۔ (بخاری و مسلم)

حل الفاظ انتعل فعل یعنی جوتا پہننا خواہ کسی قسم کا ہو۔ الیمنیٰ کا موصوف النعل مقدر ہے جو مونث سماعی ہے۔

اولھما کان کی خبر اور تنعل جملہ حال ہے ایسے ہی ما بعد اور حال معنیٰ صفت ہوتا ہے۔ اور ایک نسخہ میں ہے اَوَّلَہُمَا تُنْعَلًا وَ اٰخِرَہُمَا تُنْزَعًا۔ وہاں تنعلًا و تنزعًا تمیز ہے اول و آخر بہر حال خبر ہے۔

تشریح بظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داہنا پہلے پہننا اور بایاں پہلے نکالنا واجب ہے۔ اگر کسی نے بھول سے پہلے بایاں پہن لیا تو اس کو نکال کر پہلے داہنا پہنے لیکن قاضی عیاض مالکی شارح مسلم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ مستحب ہے واجب نہیں مندرجہ بالا حدیث میں بھی داہنے ہاتھ سے کھانا آ رہا ہے تو بات یہ ہے کہ داہنے کو فضیلت ہے۔ اس لئے ہر اچھا کام داہنے سے شروع کرنا۔ اس فعل اور جانب دونوں کی عزت کی وجہ سے سنت غیر مؤکدہ یعنی مستحب ہے اور نکالنا بائیں طرف سے اس لئے ہے تاکہ یہ عزت داہنے کی دیر تک رہے اور جو کام عمدہ نہیں اس میں اس کے برعکس ہے۔ استنجا، ناک صاف کرنا، بیت الخلا میں داخل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ یہ قاعدہ کلیہ یاد رکھا جائے۔

صرف ایک جوتا نہ پہنا جائے

عَنْ علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَمْشِ اَحَدُکُمْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَۃٍ وَلْیُنْعِلْہُمَا جَمِیْعًا اَوْ لِیَخْلَعْہُمَا جَمِیْعًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی ایک جوتے میں نہ چلے۔ یا دونوں کو پہنے یا دونوں کو نکال دے (بخاری و مسلم)

حل الفاظ لینعلھا۔ یاء کے فتحہ سے اور ہما ضمیر نعلین کی طرف ہے۔ جو نعل کے واحد لفظ سے مفہوم ہو رہا ہے لیکن امام نووی شارح مسلم نے بضمہ یاء جوتا پہنانے کے معنے سے لکھا ہے اور ضمیر رجلین کی طرف کی ہے۔ جو نعل کی وجہ سے مفہوم ہو رہا ہے۔ یہ باب افعال سے ہوگا۔ مگر لیخلعھا کی ضمیر نعلین کی طرف ہی ہو سکتی ہے اس کی متابعت سے پہلی ضمیر بھی ایسی ہی چاہیئے۔

جَمِیْعًا۔ فعیل بمعنیٰ مفعول کے وزن پر مجموع کے معنے ہیں۔ ترکیب میں حال اور معنے میں تاکید ہے۔

تشریح بظاہر ایک جوتا پہن کر چلنا مکروہ تحریمی معلوم ہو رہا ہے قریب حرام ہے لیکن اکثر علماءِ امت نے اس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ کیونکہ رزین کی ایک حدیث میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے کھڑے جوتا پہنتے اور ایک جوتے میں چلتے دیکھا ہے اور ایک حدیث میں فرماتی ہیں کہ جب جوتے کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوتے میں چلتے یہاں تک کہ اس کو درست فرما لیتے۔ اس لئے یہ ارشاد بالا بہتر کے طریق پر ہے اور اس کا خلاف مکروہ تنزیہی ہے یہ مکروہ کیوں ہے۔ اس کی کئی وجہیں محدثین نے لکھی ہیں۔ خود مصنف نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہ وقار کے خلاف ہے اور شیطان کی وضع کے مشابہ ہے۔ چلنے میں مشقت کا سبب ہے میانہ روی سے خارج ہے اور کبھی ٹھوکر کھانے کا سبب ہو جاتا ہے۔ نہایہ میں ہے کہ ایک پیر اونچا ایک نیچا ہو جائے گا جو عیب بنتا اور ٹھوکر کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ (باقی صہ ۱۸ پر)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۲۰ر شوال المکرم ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۱ر فروری ۱۹۶۶ء | شمارہ ۳۹

حکومت مغربی پاکستان توجّہ فرمائے

ہمیں منٹگمری کے چند مقتدر علماء نے "پندرہ روزہ فردا" منٹگمری کا شمارہ ۹ اس غرض سے ارسال فرمایا ہے کہ ہم اس پرچہ کے اسلام کُش رجحانات اور ملحدانہ اندازِ فکر پر احتجاج کریں اور علماء کرام کے جذبات و احساسات "خدام الدین" کی وساطت سے حکومت مغربی پاکستان اور بالخصوص اس صوبہ کے دین دار گورنر جناب ملک امیر محمد خاں صاحب کی خدمتِ عالیہ میں پہنچا دیں۔

"پندرہ روزہ فردا" کے نگران جناب مصطفیٰ زیدی سی۔ایس۔پی ڈپٹی کمشنر منٹگمری اور مدیر مسئول چودھری محمد اسلم بی' اے' ایل' ایل' بی سیکرٹری ڈسٹرکٹ کونسل منٹگمری ہیں۔ گویا یہ پرچہ ڈسٹرکٹ کونسل منٹگمری کی زبان اور ضلع منٹگمری کا سرکاری ترجمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کو اس پرچہ کی لادینی روش اور اسلام کُش حرکت پر حکومت مغربی پاکستان کو متوجہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور انہوں نے "خدام الدین" کو کتاب و سنّت کی تعلیمات کا نقیب، شریعتِ محمدیہ کا ترجمان اور ملک کا سب سے کثیر الاشاعت ہفت روزہ ہونے کی حیثیت سے اس بارے میں سلسلہ جنبانی کی دعوت دی —— ادارہ خدام الدین اس دعوت کو بطیب خاطر قبول کرتا ہے اور علماء کرام کے احتجاج کو مبنی برحق اور دینی غیرت و حمیّت کے عین مطابق سمجھتے ہوئے حکومت مغربی پاکستان سے درخواست کرتا ہے کہ وہ "پندرہ روزہ فردا" کے دریدہ دہن ایڈیٹر اور منٹگمری کے اربابِ اختیار جن کے ایماء اور ناعاقبت اندیشی سے یہ ذلیل ڈرامہ معرضِ وجود میں آیا مناسب کارروائی کرے اور اس طرح عنداللہ اور عندالناس ماجور ہو۔

اس مکروہ ڈرامہ کا پس منظر یہ ہے۔ کہ دسمبر ۱۹۶۵ء میں منٹگمری کے در و دیوار پر جا بجا ایک اشتہار چسپاں کیا گیا۔ جس میں عوام کو فلمی دنیا کے مشہور فنکاروں (مردوں اور عورتوں) کے مخلوط کرکٹ میچ کی خبر دی گئی — اشتہار پر نہ کسی مشتہر کا نام تھا اور نہ ہی منتظمین کے اسماء درج تھے۔ البتہ فلمی ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے نام نمایاں طور پر شائع کئے گئے تھے۔ تاکہ جنسی بے راہروی کے شکار افراد اور منچلے لوگوں کے لئے کشش و جاذبیّت کا باعث بن سکیں —— اس اخلاق سوز اور خلافِ اسلام اعلان کے پیشِ نظر علماء اور دینی حلقوں میں تشویش کا پیدا ہو جانا لازمی اور بدیہی امر تھا۔ نتیجتاً منٹگمری کی دینی تنظیموں، مذہبی حلقوں اور جملہ مکاتیبِ فکر کے نمائندوں نے اس کے خلاف پُر زور احتجاج کیا اور ضلعی حکّام کو متنبہ کیا کہ بے حیائی اور اخلاق سوزی کا یہ مظاہرہ کسی طرح جائز اور مناسب نہیں۔ اور ہنگامی حالات میں تو اس کے مضرّات دینی حدود سے نکل کر ملکی و قومی مفادات پر بھی اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ اس سے ایک طرف غضبِ الٰہی حرکت میں آئے گا اور دوسری طرف دیندار حلقوں اور حکّام میں افتراق و انتشار اور عدم اعتماد کی خلیج حائل ہو جائے گی۔

غرض یہ ایک آوازۂ حق تھا جو ضلعی مساجد کے منبر و محراب سے اُٹھا اور اس کی صدائے بازگشت بار روم کے ایوان تک میں سنی گئی۔ جمعیۃ علماء اسلام منٹگمری نے جملہ جماعتوں کی کانفرنس بلائی، پریس کانفرنس ہوئی، صدر محترم، گورنر صاحب اور کمشنر ملتان کو احتجاجی تاریں ارسال کی گئیں۔ اور انہیں علماء و عوام کے جذبات و احساسات سے آگاہ کیا گیا اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اتمامِ حجت کے لئے بلدیہ کی تمام دینی، مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے ایک نمائندہ وفد نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے اُن کی کوٹھی پر ملاقات کی اور انہیں اس صورتِ حال سے پیدا شدہ نتائج و عواقب سے آگاہ کیا۔ بالآخر مفصّل بحث و تمحیص کے بعد ایک درمیانی راہ نکال لی گئی اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے خود ہی تجویز فرمایا کہ:۔

۱۔ مخلوط کھیل نہیں ہوگا۔ بلکہ رائے عامہ کے مطابق مردوں اور عورتوں کا الگ الگ کھیل ہوگا کیونکہ یہ ڈیفنس فنڈ کے لئے کھیلا جا رہا ہے۔

۲۔ آئندہ کوئی لادینی اور غیر شرعی اجتماع منعقد نہیں ہوگا اور علماء سے قبل از وقت مشورہ حاصل کیا جائے گا۔

۳۔ مجوّزہ زیرِ تعمیر آڈیٹوریم منٹگمری "ناچ گھر" نہیں ہوگا بلکہ قومی و ملّی ہال تصوّر ہوگا۔

۴۔ کسی جماعت، اخبار، پریس، دکاندار یا کارکن کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

بلاشبہ یہ بڑی ہی دانشمندانہ اور عوام و حکّام کے باہمی اعتماد کو جلا بخشنے والی تجاویز تھیں اور ان سے فی الواقعہ عوام و حکّام کے درمیان رابطے اور اتحاد کی راہیں استوار ہو سکتی تھیں۔ اس لئے علماء اور عوامی نمائندے مطمئن ہو گئے۔ لیکن نہ جانے ضلعی حکّام کو کیا سوجھی کہ انہوں نے عین وقت پر ضلع بھر میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا اور ۱۹ر دسمبر کو منٹگمری سٹیڈیم میں بے حیائی کا وہی کھیل کھیلا گیا جس کے روک دینے کا ڈی۔سی منٹگمری نے وعدہ کیا تھا۔ اس طرح رائے عامہ کے احساسات و جذبات کو پامال اور مجروح کیا گیا۔ جس پر ضلع بھر میں غم و غصّہ کی لہر دوڑ گئی اور اغلب تھا کہ رائے عامہ بے قابو ہو جائے۔ لیکن علماء نے ہنگامی حالات کے پیشِ نظر آئینی اور قانونی راہ اختیار کی اور اس کے خلاف صوبہ کے اربابِ اختیار کو تاریں وغیرہ دے کر عوام کے غم و غصّہ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی ابھی یہ جد و جہد جاری تھی اور عوامی جذبات و احساسات کے زخم تازہ تھے کہ منٹگمری کے سرکاری چلیتر ملے کے مدیر نے ان پر مزید نمک پاشی کر دی۔ اور نہ صرف علماء و عوام کے جذبات سے کھیلنے کی ناروا اور شرمناک جسارت کی بلکہ شریعتِ مطہرہ کا مذاق اُڑا کر اپنے ایمان سے عاری ہونے کا ثبوت بھی فراہم کر دیا مضمون نگار اگرچہ اپنے آپ کو اشرف بھی سمجھتا ہے اور قدسی ہونے کا دعویدار بھی ہے لیکن "فردا" کے جھروکوں میں دیکھا جائے تو نہ وہ زمرۂ اشراف میں سے

نظر آتا ہے اور نہ ہی عالمِ قدس سے اس کا کوئی سروکار دکھائی دیتا ہے بلکہ "اسفل سافلین" کے حلقے کی نمائندگی کرتا ہؤا معلوم ہوتا ہے اور اس پر یہ مثل چار چول چوکس بیٹھتی ہے۔ "آنکھوں سے اندھا نام نین سکھ" یا یوں کہہ لیجئے کہ "پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل"

بہرحال اب منٹگمری کے سرکاری ترجمان کا وہ کارنامہ یا کرتوت ملاحظہ فرمایئے جس پر ہمیں حکومت کو متوجّہ کرنے کی ضرورت اور مناسب کارروائی کی درخواست کرنا پڑی ہے اور غور کیجئے کہ کس طرح ضلعی حکام کے اس ناقوسِ خصوصی نے اچھے بھلے مسلمانوں پر "کافر" کی پھبتی کس کر اپنے خبثِ باطن کا اظہار کیا اور ملک کے امن و امان کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ ص۱۵ پر پانچویں سطر میں لکھتا ہے :۔

"ملک کے مایہ ناز فلمی ستارے کرکٹ کھیل کر دکھائیں تو بھلا ایسے میں کون "کافر" اس میچ کی اہمیت سے انکار کر سکتا ہے۔ اس تقریب میں گہری دلچسپی اور کثیر تعداد میں شمولیت کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما تھا۔"

یعنی اس کا مقصد یہ ہؤا کہ جو لوگ اس غیر شرعی اور اخلاق سوز کھیل کا نظارہ کرنے گئے۔ وہ صرف اسی جذبے کے تحت سٹیڈیم پہنچے تھے کہ جو لوگ اس کھیل کی راہ میں حائل ہونا چاہتے تھے۔ انہیں "کافر" ثابت کر دیا جائے۔ ع

"تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو"

غرض ہفوات کے اس پلندے نے اپنی اسلام دشمنی اور شریعتِ اسلامیہ سے بغاوت کی انتہا کر دی اور احکام خدا و رسولؐ کی کھلی ہوئی توہین کی ہے ص۱۶ پر وہ میچ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :۔

"مَیں سوچ رہا تھا کہ اتنے کامیاب اور اتنے شاندار میچ کو منسوخ کرانے کے لئے شہر کے ایک گوشے کی مسجد سے گلا پھاڑتی ہوئی اور چیختی ہوئی جو آواز بلند ہوئی تھی آخر وہ آواز اپنی موت آپ کیوں مر گئی اور لوگ یوں دیوانہ وار سٹیڈیم کی طرف کیوں چلے آئے ؟ مَیں سوچ رہا تھا کہ آخر قدم قدم پر اور بات بات پر "ان کا اسلام" خطرے میں کیوں پڑ جاتا ہے ؟ یا پھر بقول علامہ اقبال اس چیخ و پکار کی وجہ صرف یہ تو نہیں ع

"دینِ مُلاّ فی سبیل اللہ فساد"

مجھے رسول اکرم کی وہ حدیث یاد آگئی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔" امت پر ایک زمانہ آنے کو ہے کہ اسلام کا فقط نام ہی نام رہ جائے گا اور قرآن کے مرقوم الفاظ ہی رہ جائیں گے۔ مساجد یں ویسے آباد دکھائی دیں گی لیکن ہدایت کے لحاظ سے ویرانہ ہوں گی۔ علماء زیرِ سماء بدترین خلائق ہوں گے۔ فتنہ انہیں میں سے ابھرے گا اور انہیں کی طرف لوٹے گا۔

مَیں سوال کرتا ہوں کہ کیا مخلوط میچ کو ناجائز بتانے والے یہ لوگ وہی نہیں تھے جو صدارتی انتخاب میں قابلِ احترام فاطمہ جناح کی مخلوط حکومت کے حامی تھے۔ اور کیا "ان کے مذہب" میں پانچ برس کے لئے مخلوط حکومت جائز ہو سکتی ہے اور تین گھنٹہ کا کرکٹ میچ ناجائز ہے ؟ کیا مخلوط تعلیم جائز ہو سکتی ہے اور کھیل ناجائز ہے ؟ کیا مخلوط مشاعرہ جائز ہے ؟ اور کیا بسوں میں مسافت مخلوط طے ہو سکتی ہے ؟ ایک صرف یہی میچ نہیں ہو سکتا وغیرہ وغیرہ"

اس سارے مضمون کو پڑھ جایئے علماء پر خندۂ استہزاء بلند کرنے، شریعت کے احکام کا مضحکہ اڑانے اور دیندار عوام کی دلآزاری اور ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کیا ڈسٹرکٹ کونسل کا قومی سرمایہ کو ایسے لایعنی مقاصد اور خلافِ اسلام سرگرمیوں پر صرف کرنا بدترین خیانت اور ملک و ملت سے غداری نہیں ؟ بلدیاتی اداروں کو اپنا سرمایہ مفید قومی و ملی سرگرمیوں پر صَرف کرنا چاہیئے، عوام کی بہبود کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے اور لوگوں کو زرعی، صنعتی اور قومی ترقیاتی سکیموں سے تعاون کی ترغیب دلانے اور بلدیاتی نظام کو بہتر بنانے میں اپنی مساعی صَرف کرنا چاہیں نہ کہ عوام کو گمراہ کرنے، ان میں انتشار کو ہوا دینے اور حکومت سے منافرت کے جذبات پیدا کرنے میں مصروف ہونا چاہیئے۔ ہماری رائے میں منٹگمری کے ضلعی حکام کی یہ روش ملک و قوم کے لئے تباہ کن نتائج کی حامل ہو سکتی ہے اور حکومت مغربی پاکستان کو اس طرف فوری توجّہ مبذول فرمانی چاہیئے تاکہ یہ چنگاری پھیل کر کہیں آگ کی صورت اختیار نہ کر جائے — مسلمان ہر مصیبت کا مقابلہ کر سکتا ہے، آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو خندہ پیشانی سے انہیں جھیل سکتا ہے، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا سکتا ہے اور محبوبِ حقیقی کی راہ میں اپنی جان ہنسی خوشی جانِ آفریں کے سپرد کر سکتا ہے مگر خدا و رسولؐ کے احکام کی توہین اور شریعتِ مطہرہ کی بےحرمتی ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا غلط استعمال اور محافظینِ شریعت کو "بدترین خلائق" سے تعبیر کرنا بہت بڑی جسارت اور دیدہ دلیری ہے — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاشبہ اُن علماء کو "بدترینِ خلائق" کہا ہے جو دین میں نئی نئی ایجادیں کرنے والے، دینی قدروں کو پامال کرنے اور شریعت محمدیہؐ کی بنیادوں کو ڈھانے والے ہیں مگر ان علماء کو جو ہر حال میں آوازۂ حق بلند کرنے والے، باطل کے مقابلے میں سینہ سپر ہونے والے، دینی قدروں کی حفاظت کرنے والے اور طاغوتی طاقتوں سے ٹکرانے والے ہیں انبیائے بنی اسرائیل سے تشبیہ دی ہے اور انہیں امّت میں بلندترین مقام کا حامل قرار دیا ہے۔

اب مضمون نگار خود فیصلہ فرمالیں کہ اس کی زد کس پر پڑتی ہے۔ اُن لوگوں پر جو مزاجِ شریعت سے ناآشنا ہونے کے بعد عالم ہونے کے مدعی ہیں یا اُن خوش نصیبوں پر جنہوں نے قال اللہ اور قال الرسولؐ کی روح پرور صدائیں بلند کرنے اور انہیں سے مشامِ جان کو معطر کرنے میں عمریں گزار دی ہیں اور جو ہر آڑے وقت میں دینِ مصطفویؐ کی ڈھال بن کر دشمنانِ دین سے ٹکرا جانے میں ہی حقیقی کامیابی و کامرانی خیال کرتے ہیں — رہ گیا عورت کی صدارت، مخلوط حکومت، مخلوط تعلیم، مخلوط مشاعرے وغیرہ کا سوال؟ تو علماء حق شروع سے ہی ان تمام چیزوں کو باطل گردانتے آئے ہیں۔ علماء حق میں سے کسی نے ان خلافِ دین امور کی حمایت کبھی نہیں کی، وہ ان تمام امور کو پہلے بھی ناجائز اور خلافِ شریعت ٹھہراتے تھے، اب بھی ناجائز سمجھتے ہیں اور ہمیشہ خلاف شریعت سمجھتے رہینگے مودودی صاحب یا کسی اور ایرے غیرے کی وجہ سے شریعت بدلی نہیں جا سکتی، اس میں تو آئمہ اربعہ اور پیرانِ پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ علیہم اجمعین جیسے بزرگانِ دین کو بھی ترمیم و اضافہ کا کوئی حق حاصل نہیں۔ چہ جائیکہ کسی کٹ مُلا، علّامہ یا گندم نما جو فروش کو یہ حق دے دیا جاتے — دین قرآن کا نام ہے، احادیثِ خیرالانامؐ کا نام ہے اور آثارِ صحابہؓ سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری کوئی شے نہیں جسے ہم دین کا نام دے سکیں — دین کی حفاظت عین رحمت اور اس کی مخالفت سراسر شر و فساد ہے —

خطبہ جمعہ

۱۳ر شوال المکرم ۱۳۸۵ھ مطابق ۴ر فروری ۱۹۶۶ء

اسلام میں حلال وطیّب غذا کی اہمیّت

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الّذین اصطفٰی : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم :—

یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۰ (پ ۲ - سورۃ البقرہ آیت ۱۶۸)

ترجمہ : اے لوگو ! اُن چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو - بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے

اس آیت میں اللہ جل شانہٗ نے تمام نوعِ انسانی کو مخاطب فرما کر دو باتوں کا حکم دیا ہے :—

۱ - حلال و طیّب غذا کھاؤ (۲) شیطان کی راہ اور اس کے فریب سے بچو -

حلال وطیّب غذا

حلال اُس چیز کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام نہ کی گئی ہو اور شریعت نے اُسے جائز کہا ہو - مثلاً پانی، پھل، سبزیاں اور گوشت وغیرہ -

طیّب وہ چیز ہے جو حلال ہونے کے ساتھ گندگی اور نجاست سے بھی پاک ہو - یعنی صورتاً اور سیرتاً ہر طرح پاکیزہ ہو -

گویا حلال و طیّب غذا کا معنی یہ ہوا کہ غذا شریعت کی رُو سے بھی جائز ہو، ظاہر میں بھی پسندیدہ ہو اور فی الاصل بھی جائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہو - کسی غیر کا حق اُس میں شامل نہ ہو - مثال کے طور پر پھل حلال ہیں لیکن اگر چوری کے ہوں تو انہیں حلال وطیّب قرار نہیں دیا جائے گا — اسی طرح سبزیاں حلال ہیں لیکن اگر انہیں کسی کے اشتراک کے ساتھ بویا جائے اور ساجھی کی اجازت اور مشورے کے بغیر فروخت کر دیا جائے تو یہ حلال و طیّب نہیں کہلائیں گی - اسی طرح غصب، چوری، رشوت، چور بازاری اور سود کے مال سے خرید کردہ چیزیں نیز بیع فاسد اور اُجرتِ فاسد یہ سب چیزیں حلال و طیّب کی تعریف سے خارج ہیں -

شیطان کی پیروی

عربوں نے بعض چیزیں ازخود حرام قرار دے رکھی تھیں مثلاً بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور اور اس طرح بعض دوسری غذائیں نیز انہوں نے بعض حرام چیزوں کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے کر دینِ ابراہیمی کا حلیہ بگاڑ رکھا تھا اور شریعتِ حقّہ اُن کے ہاتھوں جان کنی کی حالت میں تھی - ظاہر ہے جب قانونِ الٰہی سے تجاوز اور دینی اقدار کو پامال کیا جائے اور خدا کی مقرر کردہ حدود سے باہر قدم نکالا جائے تو یہ یقیناً شیطان کی پیروی ہو گی - کیونکہ شیطان ہی انسان کو اُلٹی صلاحیں دیتا اور قانونِ الٰہی توڑنے پر آمادہ کرتا ہے - چنانچہ حق تعالےٰ شانہٗ نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ جو لوگ حلال و طیّب کی پروا نہیں کرتے وہ شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور شیطان انسانوں کا کھُلا ہوا دشمن ہے جو کبھی انسان کی خیرخواہی نہیں کرتا —

محترم حضرات !

غذا کے اندر اسلام نے دو شرائط لگا کر کہ حلال اور طیّب چیزیں کھاؤ ایک بہت بڑی خوبی پیدا کی ہے - ان اصولوں کی بناء پر ہر وہ شئے جو پاکیزہ نہیں یا جائز طور پر حاصل نہیں کی گئی روح و جسم کے لئے مضر ہے - اور اس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا ممنوع ہے -

حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز اس آیت کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :—

جب انسان کو کوئی خصلت پیدا کرنا منظور ہو تو وہ اپنے طرز کو ایسے رنگ میں بدل لیتا ہے جس کے پیشِ نظر مقصد پورا ہو جائے مثلاً پہلوان بننے کے لئے دودھ، گوشت، انڈے اور دوسری مقوّی غذاؤں کو لازم کر لیا جاتا ہے - اسی طرح جس شخص کو دنیا میں بڑا کام کرنا ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے روحانی مربّی یعنی نبی کے مشورے سے چیزیں صرف کرے تاکہ اس کا مطلب اور ارادہ جلد پورا ہو جائے - نبی کی تعلیم کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان کی عقل میں ایسے علوم اور خیالات بھر دیئے جاتے ہیں جن سے اس کے ارادے میں پختگی پیدا ہو - اور وہ جلد منزلِ مقصود پر پہنچ سکے - اس کے برعکس القاءِ شیطانی اور اتباعِ شیطان کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی ہمت پست ہو جائے - نہ ارادہ کی تکمیل ہو اور نہ منزلِ مقصود پر پہنچنا نصیب ہو لہٰذا اے لوگو ! اللہ تعالےٰ کی ہر چیز کو اجازت لے کر (حلال) کھایا کرو - اور حلال چیزوں میں سے بھی ستھری اور پسندیدہ چیزوں کا استعمال کیا کرو -

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزگی کا اس قدر خیال رکھا ہے کہ وہ چیزیں جن کی بو عام طور پر طبیعت پر گراں گزرتی ہے مکروہ قرار دیں - اور انہیں کھا کر مسجد میں آنے کو ناپسندیدہ بتایا - تاکہ ساتھی نمازیوں کی طبیعت پر گراں نہ گزرے -

ترجمان القرآن

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ لقمۂ حرام کا التزام کر لو

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

مجلس ذکر

۱۲ر شوال المکرم ۱۳۸۵ھ بمطابق ۳ر فروری ۱۹۶۶ء

نجات کے لئے حلال خورد و نوش اشد ضروری ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّابعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

محترم حضرات ! رمضان المبارک کے مہینے کے بعد یہ دوسری جمعرات ہے۔ رمضان کا مہینہ رحمت و برکت اور نجات کا مہینہ تھا اللہ تعالےٰ ہم سب پر سارا سال رحمت و برکت فرماتا رہے اور ہر طرح کی آسودگیاں نصیب فرمائے، دنیاوی اور اُخروی مشکلات کو حل فرمائے۔ آمین !

رمضان المبارک کے مہینے کے گزر جانے کے بعد ہمیں خاص طور پر ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آئندہ زندگی کیسے گزارنی ہے۔ ارشادِ باری تعالےٰ ہے :-

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ پ۲ ع سورۃ البقرہ۔

ترجمہ : اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے۔

روزہ سے طہارتِ نفس مقصود تھی، اب تطہیرِ اموال کا ارشاد ہے۔ اور معلوم ہو گیا کہ مالِ حلال تو صرف روزہ میں اس کا کھانا منع ہے اور مال حرام سے روزہ مدت العمر کیلئے ہے اس کے لئے کوئی حد نہیں جیسے چوری یا خیانت یا دغابازی یا رشوت یا زبردستی یا قمار یا بیوع ناجائز یا سود وغیرہ ان ذریعوں سے مال کمانا یا لگانا حرام و ناجائز ہے۔ اس کے آگے ارشادِ ربانی ہے کہ نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو ظالم حاکموں کو یا اپنا مال بطریق رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھا لو یا جھوٹی گواہی دیکر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعوےٰ کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ۔ اور تم کو اپنے ناحق ہونے کا علم بھی ہو۔ (حضرت شیخ الہند) حرام کی تمام شقیں حرام ہیں۔ اگرچہ حکومت ان کو جائز قرار دے مثلاً شراب ہر حالت میں حرام ہے۔ اس کا بنانا۔ خریدنا فروخت کرنا اور پینا وغیرہ سب حرام ہے حکومت کو آبکاری ٹیکس ادا کرنے سے شراب جائز نہیں ہو جاتی۔ اسی طرح سود اور اس کی ہر ایک قسم حرام ہے۔ سودی کاروبار کرنا۔ سود لینا دینا اور اس کے لئے لکھائی پڑھائی کرنا سب حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں۔ کہ ناجائز اور حرام مال نہ کھاؤ۔ اور اس کے قریب تک نہ بھٹکو۔ لیکن ہماری بدقسمتی کی انتہا ہے۔ کہ جو ملک اسلام کے نام پر بنا تھا۔ وہاں لین دین کاروبار تجارت وغیرہ ساری سود ہو رہی ہے۔ اور قوانین اسلام کی کھلم کھلا مخالفت ہو رہی ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اپنی اولادوں کو رزق حلال کھلاؤ۔ اور خود بھی رزق حلال کھاؤ اگر حرام مال کھلاؤ گے۔ تو حرام ان کی گھٹی میں پڑ جائے گا۔ اور پھر ساری عمر ان کو نیکی کی توفیق نہیں ہو گی۔ اگر نیکی کے کام کرو گے بھی تو ہرگز قبول نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اور پاک چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔

حضرتؒ نے آخری سال درس میں فرمایا۔ کہ ایک بہت بڑا آدمی میرے پاس آیا۔ اور علیحدگی میں بات کرنے کے لئے کہا۔ میں نے اس کو وقت دے دیا۔ گفتگو میں اس نے بتایا۔ کہ میں جب حج کے لئے گیا۔ تو اس سے پہلے نہ میں نے کبھی نماز پڑھی تھی۔ اور نہ ہی میری داڑھی تھی میں حضورؐ کے روضہ پر بڑا شرمندہ ہوا۔ اور میں نے روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی داڑھی نہیں منڈاؤں گا۔ اور نہ ہی کبھی نماز چھوڑوں گا۔ آئندہ ساری عمر آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کروں گا۔ کیونکہ آپ کے نقشِ قدم پر چلنے سے ہی نجات حاصل ہو گی۔ اب جس دن سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا ہے۔ اس دن سے میری بیوی مجھ سے ناراض ہے۔ وہ کہتی ہے کہ یا داڑھی منڈوا لو۔ یا مجھے طلاق دے دو۔ حضرتؒ نے پوچھا۔ کہ وہ کس کی بیٹی ہے۔ تو وہ کہنے لگے۔ کہ وہ فلاں بہت بڑے سود خور کی بیٹی ہے۔ اور وہ بہت بڑا بدنام رشوت خوار تھا۔ تو حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کی گھٹی میں حرام پڑا ہوا ہے۔

اکثر لوگ حضرتؒ سے نماز اور ذکر میں دل نہ لگنا اور لطف و سرور حاصل نہ ہونا کی وجہ پوچھا کرتے تھے۔ تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم نے ضرور حرام یا مشتبہ مال کھایا ہو گا۔ حرام و مشتبہ مال کھانے سے اوّل تو نیکی کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اگر نیکی ہو جائے تو لطف و سکون میسّر نہیں ہوتا۔

حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ معافی مانگ لے تو وہ مٹ جاتا ہے۔ ورنہ وہ اسی طرح رہتا ہے۔ ایک اور گناہ کرنے سے ایک سیاہ دھبہ اور لگ جاتا ہے۔ معافی نہ مانگنے کی صورت میں اور گناہ اور زیادہ کرنے سے سیاہ دھبے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ دل بالکل کالا ہو جاتا ہے۔ پھر گناہ کا احساس نہیں رہتا۔

اگر سفید اور صاف چادر پر ایک سیاہ دھبہ لگ جائے۔ تو فوراً محسوس ہونے لگتا ہے۔ لیکن اگر سیاہ چادر پر ہزار سیاہ دھبے لگ جائیں۔ تو بالکل محسوس نہ ہوں گے۔ اسی طرح جن کا دامن صاف اور اجلا ہے۔ گناہ کرنے سے ان کی طبیعت فوراً خراب ہو جاتی ہے۔ ان کا لطف و سکون ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ فوراً بارگاہ الٰہی سے معافی چاہتے ہیں لیکن جن کا دامن سیاہ ہو جائے تو گناہ کا احساس ہی نہیں رہتا۔ اگر گناہ میں لطف و سرور محسوس کریں۔ تو یہ نہ سمجھ بیٹھیں۔ کہ یہ نیکی ہے۔ بلکہ یہ آپ کی بے حسی کی علامت ہے۔ عالم ناسوت میں مرغوبات و لذات اور شہوات میں پڑ کر آپ میں گناہ کا احساس ہی باقی نہیں رہا۔

گناہ کا احساس نہ ہونا نیکی کی علامت نہیں ہے حلال رزق کے لئے آپ کوشش کریں۔

(باقی صـ۱۷ پر)

ایم عبدالرحمن لودھیانوی شیخوپورہ

خلفائے راشدین کی زندگی کا ذاتی طرزِ عمل

خلیفۂ اوّل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد پہلے خطبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ یہ ہے :-

"اے لوگو! مجھے تمہاری حکومت کا کام سپرد کیا گیا ہے۔ مگر میں تم سے بہتر نہیں ہوں میرے نزدیک تم میں ضعیف آدمی سب سے زیادہ قوی ہے، جب تک اُس کا حق نہ دلوا دوں۔ اور تم میں قوی آدمی سب سے زیادہ ضعیف ہے، جب تک کہ اس سے حق وصول نہ کر لوں۔

لوگو! میری حیثیت تمہارے ایک معمولی فرد سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر تم مجھے سیدھی راہ پر چلتے دیکھو تو میری پیروی کرو۔ اور اگر دیکھو کہ ٹیڑھا ہو گیا ہوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ یاد رکھو! جہاد کو ترک نہ کرنا جب کوئی قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے تو وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔"

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ خلیفۂ دوم نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ لوگو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بنانا چاہوں۔ میں تو خود اللہ تعالےٰ کا غلام ہوں۔ البتہ خلافت کا کام میرے سپرد ہے۔ اگر میں اس طرح انجام دوں کہ تم آرام و اطمینان سے اپنے گھر میں زندگی بسر کرو تو یہ میری خوش نصیبی ہے اور اگر خدا نخواستہ میری یہ خواہش ہو کہ تم لوگ میرے دروازے پر حاضری دیا کرو تو یہ میری بدبختی ہوگی۔ میں تم کو تعلیم دیتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں لیکن صرف قول سے نہیں بلکہ عمل سے بھی۔

یزدجرد شاہِ ایران جو مجوسی یعنی آتش پرست تھا اور طرح طرح کے مظالم بندگانِ خدا پر کرتا تھا جب مسلمانوں سے شکست کھا کر بھاگا اور اس فتح کی خوشخبری حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ منورہ میں پہنچی تو انہوں نے شہر میں منادی کرا کر سب مسلمانوں کو مسجدِ نبوی میں طلب کیا۔ پھر اس مجمع کے سامنے تقریر فرمائی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا :-

"آج مجوسیوں کی حکومت فنا ہو چکی اب وہ اپنے ملک میں بالشت بھر زمین کے بھی مالک نہیں رہے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں مسلمانو! اللہ تعالےٰ نے تم کو مجوسیوں کے ملک اور ان کے اموال و املاک کا مالک و مختار بنا دیا ہے تاکہ اب تمہارے اعمال و افعال جانچے۔

پس مسلمانو! تم اپنی حالت کو متغیر نہ ہونے دینا۔ ورنہ اللہ تعالےٰ تم سے بھی حکومت چھین لے گا۔ اور کسی دوسری قوم کو دے دیگا۔"

حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے ابو شحمہؓ ایک دفعہ شراب پیتے ہیں تو اس جرم میں خود حضرت فاروقؓ ان کو اسی کوڑے لگواتے ہیں

گورنر مصر عمرو ابن عاص کے بیٹے عبداللہ نے ایک ذمّی کو بلا وجہ پیٹا۔ اُس نے حضرت فاروق خلیفۂ وقت کے پاس استغاثہ کیا اور آپ نے باپ کے سامنے مستغیث کے ہاتھ سے عبداللہ کو کوڑے لگوائے اور فرمایا تم نے خدا کے بندوں کو کب سے غلام بنا رکھا ہے ؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اوّل کا زمانہ خلافت سوا دو سال اور حضرت عمر خلیفہ دوم کا زمانہ خلافت ساڑھے دس سال تھا۔ اس پونے تیرہ سال کے عرصہ میں اسلامی فتوحات ایران سے لے کر شمالی افریقہ تک پہنچ گئیں۔ ان فتوحات کا رقبہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل بیان کیا جاتا ہے۔ کروڑوں درہم بیت المال میں جمع تھے۔ مگر خود اس سلطنت کے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ حال تھا کہ بدن پر کپڑوں کو کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور بذاتِ خود یتیموں اور ضرورت مندوں کی خبر گیری کرتے پھرتے تھے۔

روم اور عجم کے لوگ دارالخلافہ یعنی مدینہ میں آئے تو انہیں عام مسلمانوں میں خلیفۂ عرب کو پہچاننا مشکل ہوتا تھا۔ جب خراج کی رقم آتی تھی تو دس ذمہ دار افسر کوفہ سے اور دس بصرہ سے اُن کی خدمت میں آتے تھے اور چار مرتبہ شرعی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتے تھے کہ یہ رقم حلال ہے اور کسی مسلمان یا رعیّت کے غیر مسلم آدمی سے ظلم کے ساتھ وصول نہیں کی گئی۔ تب کہیں وہ رقم بیت المال میں داخل کی جاتی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت یا عہدِ حکومت کا صرف ایک اور واقعہ حوالہ قلم کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ یوں تو اگر اس قسم کے سب واقعات درج کئے جائیں تو ایک بڑی ضخیم کتاب بن جائے۔

بیت المقدس کا محاصرہ جب مسلمان کر چکے تو بیت المقدس کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے سپہ سالار ابو عبیدہؓ کے ساتھ صلح کے لئے نام و پیام جاری کیا اور صلح کی شرائط میں ایک خاص شرط کا اضافہ ضروری و لازمی قرار دیا۔ وہ یہ کہ عہدنامہ خود خلیفۂ وقت آ کر لکھیں۔

چنانچہ ابو عبیدہؓ نے خلیفہ کو ان حالات کا ایک خط لکھا اُس میں تحریر کیا کہ آپ کے یہاں تشریف لانے سے بیت المقدس بلا جنگ قبضہ میں آسکتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ سے اس بارہ میں مشورہ کرنے کے بعد بذاتِ خود جانے کا فیصلہ کیا اور اپنے ایک غلام اور ایک اونٹ کو لے کر روانہ ہوئے۔ خوراک کے لئے ستوؤں کا ایک تھیلہ ہمراہ لیا اور پانی وغیرہ پینے کے لئے لکڑی کا ایک پیالہ۔

یہ اُس جلیل القدر شہنشاہ اور خلیفۂ اسلام کا سفر تھا جس کی فوجیں قیصر و کسریٰ کے محلات اور تخت و تاج پر قابض ہو چکی ہوئی تھیں۔ اس تمام سفر میں کبھی غلام اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے چلتا اور حضرت عمر فاروقؓ اونٹ پر سوار ہوتے اور کبھی غلام اونٹ پر سوار ہوتا اور آپ اونٹ کی مہار پکڑ کر آگے چلتے۔ یہ سفر پانچ صد میل سے کچھ زائد تھا اور آپ موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

اسلامی کیمپ میں خلیفہ کی آمد کے وقت تمام فوج مع سپہ سالار خیر مقدم کے لئے استادہ تھی۔ اور بیت المقدس کے لوگ بھی خلیفہ کا تزک و احتشام دیکھنے کو جوق در جوق جمع ہو گئے تھے۔ اتفاق سے اس وقت غلام کے اونٹ پر سوار ہونے کی باری تھی۔ تماشائیوں نے سمجھا کہ خلیفہ وہ ہوگا جو اونٹ پر سوار ہے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ خلیفہ پیادہ اور غلام اونٹ پر سوار ہے تو حیرت زدہ ہو گئے کہ انصاف و انکساری کی ایسی مثال ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ درحقیقت یہ قرآن مجید اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ لوگ خلیفۂ اسلام اور اس کے غلام میں تمیز نہ کر سکے۔

جب خلیفہ عمر فاروقؓ کی زندگی کا آخری وقت آیا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد خلیفہ کس کو مقرر کیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اپنے بعد جس کو خلافت کے لئے موزوں سمجھتا تھا وہ ابو عبیدہ بن جراحؓ تھے مگر وہ مجھ سے پہلے فوت ہو گئے۔ پھر میں ابو حذیفہؓ کے غلام سالمؓ کو خلیفہ بناتا، وہ بھی مجھ سے پہلے فوت

ہو گئے۔ یہ فرما کر پھر آپ نے اور چھ آدمیوں کے نام لئے کہ ان میں سے کسی ایک کو انتخاب کر لینا۔

اسی اثناء میں کسی شخص نے کہا کہ آپ کا بیٹا عبداللہ بڑا لائق ہے۔ اس کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر فرماتے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ بارِ خلافت کی ذمہ داری میرے لئے ہی کیا کم ہے کہ میں اپنے خاندان میں دوسروں پر بھی یہ محنت ڈالوں اور ان کو بہت سی آسائشوں سے محروم کر دوں جو عام مسلمانوں کو بھی حاصل ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خلیفہ چہارم کی خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک دن وہ غلام کو ساتھ لے کر بازار گئے۔ غلام سے کہا کہ میں نے بھی کپڑے بنوانے ہیں اور تم کو بھی کپڑوں کی ضرورت ہے۔ تم بزاز کی دکان پر میرے اور اپنے لئے پارچات پسند کرو۔ غلام نے کچھ قیمتی کپڑے خلیفہ کے لئے اور کچھ سستے کپڑے اپنے لئے پسند کئے اور خرید لئے۔ جب درزی کو دینے لگے تو خلیفہ نے سستے کپڑوں کے متعلق فرمایا کہ یہ میرے لئے اور قیمتی پارچات کی بابت فرمایا کہ یہ غلام کے لئے قطع کر دو۔ غلام بولا۔ آپ خلیفہ ہیں اچھا لباس آپ کو چاہیئے۔ جواب دیا۔ میں بوڑھا ہوں تم جوان ہو۔ تمہیں اچھے لباس کی ضرورت ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی زرہ کھوئی گئی جو ایک یہودی کے پاس بعد میں پائی گئی۔ آپ اُس سے زرہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو میری ہے اور ہمیشہ سے میرے ہی قبضہ میں ہے۔ خلیفۂ وقت کو یقین ہے کہ یہودی جھوٹ بول رہا ہے۔ اور یہ وہی زرہ ہے جو کھوئی گئی تھی مگر باوجود اس کے کہ وہ اپنے شاہانہ اختیارات سے کام نہیں لیتے بلکہ ایک بے بس مدعی کی طرح قاضی شریح کی عدالت میں دعوےٰ کرتے ہیں۔ قاضی ان کی جلیل القدر شخصیت سے قطع نظر کر کے محض ان کے دعوے پر فیصلہ نہیں کرتا۔ کہتا ہے کہ آپ زرہ کی ملکیت کا ثبوت پیش کیجئے۔ وہ اپنے ملازم قنبر اور اپنے بیٹے حسنؓ کو شہادت میں پیش کرتے ہیں تو قاضی کہتا ہے کہ حسنؓ کی شہادت اس مقدمہ میں معتبر نہیں کیونکہ وہ آپ کا بیٹا ہے اور باپ کے دعوے پر بیٹے کی شہادت تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ یہ حال دیکھ کر یہودی باآواز بلند کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہے اور پکارتا ہے کہ جس مذہب میں یہ انصاف ہے وہ ضرور سچا ہے

اب صرف ایک مثال اور دی جائے گی اس سلسلہ کو ختم کیا جائے گا۔

۹۸ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو مسلمانوں نے خلیفہ منتخب کیا۔ انتخاب کے بعد اُسی وقت انہوں نے سب سے پہلے عام مجمع میں حسب ذیل تقریر فرمائی۔

اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ لوگو! قرآن شریف کے بعد ایسی کوئی کتاب نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں کسی حال میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ البتہ میرا بوجھ تم سے زیادہ ہے۔ یاد رکھو کہ احکام الٰہی کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ آپ کے غلام نے کہا۔ آج آپ بہت غمگین نظر آتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ آج اگر اس دنیا میں کوئی شخص غمگین ہونے کے قابل ہے تو وہ میں ہوں۔ کیونکہ آج مجھ پر سب لوگوں کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ میرا نامۂ اعمال لکھا جائے اور مجھ سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے قیامت کے دن جواب طلب ہو، میں حقدار کو اس کا حق پہنچا دوں۔

اس کے بعد آپ گھر میں تشریف لائے آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر تھی۔ آپ کی بیوی (جو خلیفہ سابق عبدالملک کی بیٹی تھی) نے پوچھا۔ کیوں خیریت تو ہے؟ آپ نے فرمایا۔ خیریت کہاں ہے میری گردن پر سب لوگوں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ننگے، بھوکے، بیمار، مظلوم، مسافر، قیدی، بچے، بوڑھے، کم حیثیت، عیالدار وغیرہ سب کا بوجھ میرے سر آن پڑا ہے۔ اس خوف سے رو رہا ہوں کہ کہیں قیامت کے دن مجھ سے پرسش ہو اور میں جواب نہ دے سکوں۔

چند دن بعد آپ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے تمام زیورات بیت المال میں داخل کر دو ورنہ میں تجھ سے جدائی اختیار کر لوں گا۔ کیونکہ مجھ کو یہ کسی طرح گوارا نہیں کہ تم اور تمہارے زیورات اور میں ایک گھر میں ہوں اور دوسرے لوگ میری رعایا کے حاجتمند ہوں۔ بیوی نے اپنے تمام زیورات جن میں ایک قیمتی موتی بھی تھا جو اس کے والد خلیفہ عبدالملک نے اُسے دیا تھا اُتار دئے جو بیت المال میں داخل کر دئے گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے گذارہ کے لئے دو درہم روزانہ بیت المال سے مقرر کئے۔ ایک درہم ۲۵ پیسوں کے برابر تھا۔ جس سے بمشکل اپنا

اور اپنی بیوی کا پیٹ پال سکتے تھے۔

عمر بن مہاجرؒ کہتے ہیں کہ خلیفہ کا دل ایک دن انار کھانے کو چاہا۔ آپ کے ایک عزیز نے انار بھیج دیا۔ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جس شخص نے یہ انار بھیجا ہے اُس سے میرا سلام کہنا۔ اور یہ انار واپس کر کے کہہ دینا کہ تمہارا ہدیہ پہنچ گیا۔ غلام نے کہا کہ امیرالمومنین! یہ تو آپ کے قریبی عزیز نے بھیجا ہے۔ اس کے رکھ لینے میں کیا مضائقہ ہے۔ آپ نے فرمایا یہ میرے لئے رشوت ہے۔

آپ کی عادت تھی کہ جب تک آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ سلطنت کے معاملات میں گفتگو کرتے رہتے آپ بیت المال کا چراغ جلائے رکھتے اور جب وہ اُٹھ جاتے تو اس کو گل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلا لیتے۔

ایک دفعہ آپ نے اپنے غلام کو پانی گرم کرنے کے لئے کہا۔ وہ شاہی باورچی خانہ سے جا کر گرم کر لایا۔ آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے اپنے ذاتی خرچ سے لکڑیاں اس کے عوض بھجوا دیں۔

رجاء بن حیات کہتے ہیں کہ ایک روز میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاں مہمان تھا رات کو آپ کے پاس بیٹھا تھا کہ چراغ گل ہو گیا۔ وہیں آپ کا غلام سو رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ اُسے جگا دوں۔ آپ نے منع فرمایا۔ مہمان کو تکلیف دینا خلاف مروّت ہے۔ آپ خود اُٹھے اور تیل کا کُپّہ اٹھا کر چراغ میں تیل ڈالا اور اس کو جلا کر اپنی جگہ پر آ بیٹھے اور فرمایا کہ میں اب بھی وہی عمر بن عبدالعزیز ہوں جو پہلے تھا یعنی چراغ جلانے سے میرے رتبہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

سعید بن سوید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے آئے تو دیکھا کہ آپ کے کُرتے میں سامنے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ ایک گورنر نے لکھا کہ میرے علاقہ کے قلعوں اور راستوں کی مرمّت ہونی چاہیئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس خط کے پڑھتے ہی تم شہروں میں عدل قائم کر کے اپنے گرد عدل کے قلعے بنا لو اور راستوں سے ظلم دُور کر کے ان کو پاک کر دو۔ بس یہی مرمّت ہے۔

آپ نے اپنی وفات سے کچھ وقت پہلے خلیفہ مابعد یعنی یزید بن عبدالملک کو ایک رقعہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱-

عید کس کی؟

مضطر گجراتی

مندرجہ ذیل نظم عید نمبر کے لئے لکھی گئی تھی لیکن دیر سے موصول ہوئی اور بروقت پر نہ چھپ سکی نظم کی افادیت کے پیشِ نظر اسے موجودہ شمارے میں ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے ——— ن-م-انور

کسقدر کیف آفریں تھی آخری روزے کی شام
دے گیا ملّت کو مژدہ عید کا ماہِ صیام

اُن نگاہوں کو بشارت، اُن جبینوں کو نوید
مشغلہ جن کا رہا تعمیلِ قرآنِ مجید

اُن دماغوں پر ہو رحمت، اُن زبانوں پر سلام
جن کے ذکر و فکر کا مرکز رہا بیت الحرام

اُن دلوں کے عزم پر قربان علم و آگہی
جن کی ہر دھڑکن صدا توحید کی دیتی رہی

اُن لبوں کی جنبشوں پر جلوۂ عالم نثار
جو رہے شام و سحر اللہ کے منّت گزار

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دیں ایسوں سے ہے
ورنہ بے ہنگم ہجومِ عید ہم جیسوں سے ہے

فی الحقیقت عید ہے ایسے ہی بندوں کے لئے
جن کا جینا ہے سراسر دردمندوں کے لئے

خدمتِ قوم و وطن میں منہمک رہتے ہیں جو
اپنے بیگانے کی خاطر رنج و غم سہتے ہیں جو

دل میں جو ارمان رکھتے ہیں خدا کی دید کا
عید سے پہلے جو دے دیتے ہیں صدقہ عید کا

جن کا احساسِ مسرّت بے نیازِ غم نہیں
عید بھی جن کی جہادِ زندگی سے کم نہیں

جن کے سینوں پر گزشتہ حادثے مرقوم ہیں
جن کو انسانی شرف کی منزلیں معلوم ہیں

جب شریکِ عید ہوں گے یہ محبّانِ وطن
کیا نہ یاد آئیں گے اُن کو وہ شہیدانِ وطن؟

خاک کی تاریکیوں میں جو اُجالے بھر گئے
اپنی جانیں دے کے جو لاکھوں کو زندہ کر گئے

اور وہ جانباز جو مرنے کو جینا جان کر
سرحدوں پر اب بھی استادہ ہیں سینہ تان کر

شب میں جو آوازِ مظلوموں کی سنتے ہیں ابھی
دن کو اُن کی رہگذر سے خار چُنتے ہیں ابھی

کس کو بھولینگی وہ کلیاں، کس سے بسرینگے وہ پھول
جنّتِ کشمیر میں بھی جن کے ہاتھوں پر ہے دھول

کون اُن آبادیوں سے پھیر سکتا ہے نظر
ہٹ گئے ہیں وقت کے چنگیز جن کو روند کر

اُن ہزاروں بے گھروں کا کھائے جاتا ہے خیال
جو بظاہر چُپ ہیں لیکن جن کی صورت ہے سوال

عید کی خوشیوں میں ہر انساں کا حصّہ چاہیئے
شاملِ بزمِ طرب غم کا بھی قصّہ چاہیئے

مولانا حکیم ابوسعید عبدالعزیز قادری مہتمم جامعہ حنفیہ پیغام اسلام گلبرگ مارکیٹ لاہور

میدانِ بدر یا میدانِ فرقان

یہ مقالہ، جنوری ۶۶ء کو مطابق ۴ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ کو مجلس استحکام وطن کے زیر اہتمام حضرت مولانا عبید اللہ انور کی صدارت میں ایک تقریب کی صدارت میں بطور ایک آرٹیکل پیش ہونا تھا لیکن وقت افطار قریب ہونے کی وجہ سے تقریر نہ ہو سکی لہٰذا افادہ عام کے لیے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

صاحب صدر، گرامی قدر۔ معزز حاضرین وحاضرات!

آج کا یہ اجتماع مجلس استحکام وطن کے زیر اہتمام "یوم بدر" کے سلسلہ میں منعقد کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اسی قسم کے اجتماعات اور کوششیں اس وطن کے استحکام کے لیے مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ جو اسلام کے نام پر، قرآن کے نام پر اور حکم لا الٰہ الا اللہ کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے نہ کہ اس کے علاوہ لہو و لعب کی کوئی دوسری کوشش۔

(۱) حضرات! مکہ شریف میں جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا ظہور ہوا تو قدرتی طور پر وہاں دو گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ ایک ان لوگوں کا گروہ جنہوں نے یہ دعوت قبول کی تھی۔ دوسرا دہ گروہ تمام قوم اور اس کی سرداروں کا جو اس دعوت کے مخالف تھے۔ آئیے! ذرا ہم غور کریں کہ دونوں کے مابین وجہ نزاع تراع و اختلافات کیا تھی۔ دعوت حق کے پیروکار کہتے تھے۔ کہ وہ جس بات کو حق سمجھتے ہیں۔ اسے اختیار کریں۔ اور منکرین حق ان کا یہ بنیادی حق چھیننا چاہتے ہیں۔ اور بزور شمشیر مسلمانوں کو دشمن کے اعتقادات و ایمان سے پھرا دینا چاہتے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک متواتر ہر طرح کے مظالم و مصائب برداشت کئے آخر جب مکہ میں آپؐ کا اور صحابہؓ کا زندہ رہنا دشوار ہو گیا۔ تو آپؐ معہ صحابہؓ کے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور آپؐ مدینہ شریف تشریف لے آئے۔ لیکن کفار مکہ نے یہاں بھی آپؐ کو چین سے دعوت اسلام دینے کے مواقع سلب کر لینے کی کوشش کی اور پے در پے حملے شروع کر دئے۔ اب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین راستے ہو سکتے تھے۔

(ا) جس بات کو آپ حق سمجھتے ہیں اس سے دستبردار ہو جائیں۔

(ب) اس پر حضور قائم رہیں۔ مگر مسلمانوں کو شہید ہونے دیں۔

(ج) یا ظلم و تشدد کا مردانہ وار مقابلہ کریں۔ ثمرات و نتائج کو خدا پر چھوڑ دیں۔ آخر کار سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی دو راہوں کو چھوڑ دیا اور تیسری راہ کو اختیار کر لیا نتیجہ جو ہونا تھا۔ وہ ہو کر رہا کہ دعوتِ اسلام کامیاب ہوئی۔ اور ظالموں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اسلام نے جس لڑائی کو جائز رکھا اس کی اصلیت اس کے سوا کچھ نہیں ورنہ قرآن تو ناحق ایک

کے مترادف قرار دیتا ہے۔ لیکن وہ یہ بھی اذن دیتا ہے کہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ الخ

جن لوگوں پر متواتر تیرہ سال تک ظلم و ستم ہوتا رہا اور بغیر کسی وجہ و قصور انہیں وطن مالوف سے نکال دیا گیا۔ اگر کوئی قصور ان کا ہو سکتا ہے۔ تو بجز اس کے کوئی قصور نہیں کہ وہ خدائے واحد کی پرستش کرتے ہیں اب انہیں اذن جہاد دیا گیا ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کی مدد پر قادر ہے۔

قرآن حکیم کی سب سے پہلی آیت جہاد باتفاق مفسرین یہی ہے۔ جس کی رو سے حکم جہاد نافذ ہو چکا تھا۔ مسلمان جہاد کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس اثنا میں ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں جنگِ بدر کا آغاز ہوا۔ اس موقعہ پر چونکہ ناگزیر طور پر ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اسلام کے مجاہدین کے لئے ایک خاص ضابطہ کار متعین کیا جائے۔

(۲) چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلے مالِ غنیمت کے بارے میں احکام جاری فرمائے گئے۔ فرمایا کہ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (اے پیغمبرؐ) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ مال غنیمت کے بارے میں کیا ہونا چاہیئے۔ کہدو مال غنیمت در اصل اللہ اور اس کے رسولؐ کا ہے۔ پس اگر تم مومن ہو تو چاہیئے کہ (اس کی وجہ سے آپس میں جھگڑا نہ کرو) اللہ سے ڈرو اپنا باہمی معاملہ درست رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سرگرم عمل ہو جائے۔

پس معلوم ہوا کہ جنگ میں جو بھی مال غنیمت ملے۔ وہ اپنے امیر کے سامنے پیش کرو۔ تاکہ وہ اسے صحیح صحیح تقسیم کر دے۔ عرب جاہلیت اور ظہور اسلام سے پہلے یہی دستور چلا آ رہا تھا۔ کہ جو مال جس کے ہاتھ لگ گیا وہ اسے اپنے تصرف میں کر لیتا تھا۔ رومیوں میں بھی یہی دستور تھا اور آج کل یورپ کی متمدن قوموں میں اس قسم کا قانون رائج ہے کہ جو شہر یا قلعہ فوج فتح کر لیتی ہے۔ ایک خاص وقت تک اس کے لوٹنے کا حق دیا جاتا ہے۔

چنانچہ جب ہندوستان میں انگریزی فوج نے سرنگا پٹم، بھرت پور اور حیدر آباد وغیرہ اور دوسرے مقامات [illegible] ۱۸۵۷ء [illegible]

میں جب دلی کو لوٹا گیا۔ تو متواتر سات دن تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ لیکن اس کے برعکس اسلامی تعلیمات نے یہ فرما کر کہ "مالِ غنیمت سب کا قومی ملکیت اور ریاست کا مال ہے" لوٹ مار کرنے والے لوگوں اور عام سپاہیوں کی ذاتی طمع و لالچ کے ابھرنے کی تمام راہوں کو بند کر دیا ہے چونکہ یہ خاص قسم کی سختی تھی۔ اور ایک حد تک دنیا کے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ اس لئے "فاتقوا اللہ (یعنی اللہ سے ڈرو) اور اطیعوا اللہ ورسولہ (یعنی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو) پر زیادہ زور دیا گیا۔ کیونکہ اس روحانی، باطنی اور معنوی جذبہ کے بغیر پاکیزہ جنگ کا جیتنا ناممکنات میں تھا۔

بالآخر ۲ھ، ۱۷ رمضان بروز جمعہ ان مومنوں کی صفوں کو میدانِ بدر میں آراستہ پیراستہ کیا گیا۔ جو صرف اللہ سے ڈرتے تھے۔ اور جن کے باہمی معاملات درست تھے۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سرگرم عمل تھے اور جن کے دل تلاوت آیات الٰہی سے دہل جاتے تھے۔ اور اس کے ایمان تلاوت آیات قرآنی سے تر و تازہ ہو جاتے تھے۔ اور وہ ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کرتے تھے۔ اور وہ نماز و زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ ایک طرف حق پرستوں کی یہ جماعت تین سو تیرہ کی تعداد میں تھی اور دوسری طرف باطل کی منڈلی ایک ہزار سے زائد تھی۔

سیرت ابنِ ہشام ص۱۵ ج۲ اور فتح الباری ص۲۲۵ ج۷ میں ہے۔ کہ جب کفار مکہ کی فوج پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان کارزار کی طرف بڑھی تو حضورؐ بارگاہ رب العزت میں جھک گئے اور عرض کیا کہ اے بار الٰہ! اللّٰھم ھذا قریش قد اقبلت بخیلاءھا وفخرھا تحادك، تكذب رسولك اللھم فنصرك الذی وعدتنی اللھم اھلکھم الغداۃ کہ اے اللہ یہ قریش کا گروہ ہے۔ جو تکبر و غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے۔ تیری مخالفت کرتا ہے۔ تیرے رسول کو جھٹلاتا ہے۔ اے اللہ اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ ان کو ہلاک فرما۔ یہ ان رؤسا کی ٹولی تھی۔ جس نے مدینہ پر حملہ کیا۔ اور وہ زمانہ تھا جب کہ کفار مکہ کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ آ رہا تھا۔ اور مدینہ کے قریب و جوار سے ہو کر گذرنے والا تھا۔ اسی اثنا میں حضور کو بذریعہ وحی الٰہی سے یہ اطلاع ہوئی کہ ایک گروہ مکہ سے حملہ آور ہو رہا ہے۔ اور دوسرا یہ تجارتی قافلہ ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک سے جنگ ہو گی۔ اور مسلمانوں کی فتح ہو گی۔ قافلہ کے ساتھ چونکہ آدمی تھوڑے تھے۔ اور سامان زیادہ تھا۔ اس لئے بعض مسلمانوں کا خیال ہوا کہ اس سے مقابلہ ہونا بہتر ہے۔ اور حملہ آور کفار مکہ سے لڑائی فی الحال نہ ہو۔ کیونکہ مسلمان اس وقت بڑی بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ لیکن حضورؐ نے ان لوگوں کے اس خیال کی کوئی پرواہ نہ کی اور حملہ آور کفار مکہ کے مقابلہ کا فیصلہ فرما دیا۔ جس کی قیادت رئیس مکہ عمرو بن ہشام ابوجہل خود کر رہا تھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ بے نواؤں نے بے سروسامانی کے عالم میں رؤسا مکہ کے ایک ہزار سے زائد لشکر کو شکست دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حق و باطل کے درمیان امتیاز فرما دیا۔

زرقانی صفحہ ۴۱۹ ج ۱ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ جب یوم بدر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مشرکین ایک ہزار کی تعداد میں ہیں۔ اور آپ کے اصحاب تین سو سے کچھ زائد ہیں۔ تو آپ عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے۔ اور قبلہ رخ ہو کر بارگاہ رب العزت میں یہ دعا کی کہ اللهم انجزلی ما وعدتنی اللهم ان تهلك هذه العصابة من اهل الاسلام لا تعبد فی الارض۔ اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے۔ اس کو پورا فرما اے اللہ اگر ان مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری پرستش کرنے والا کوئی نہ ہوگا ــــ اس لئے کہ حضور خاتم النبیین تھے اور آپ کی امت آخری امت تھی ــــ

اُو رسل را ختم ما اقوام را۔

اگر خدا نخواستہ آخری نبی اور آخری امت میدان بدر میں شکست کھا جاتی تو حق و باطل کی سب سے پہلی آخری جنگ تھی۔ اور اگر بظاہر مساعد حالات میں قدرت کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوتا تو پھر پورے کرۂ ارض میں ہدایت و سعادت کا نقشہ ہی الٹ جاتا۔ اسی لئے قدرت نے حضورؐ کی دعا کو قبول فرمایا اور غیر موافق حالات کو موافق بنا کر مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔

جنگ بدر میں حالات کی ناسا عدۃ اور ناموافقت کا یہ حال تھا کہ مسلمان عدد و قدد میں کم تھے۔ ستر اونٹ دو گھوڑے چند زرہیں اور چند تلواریں اور نیزے ہی تھے۔ اور کیا تھا لوگوں کا ہراساں ہونا بھی قدرتی امر تھا، وسوسہ اندازیاں بھی قدرتی تھیں۔ بڑی مصیبت یہ تھی۔ کہ پانی کی ایک ہی جگہ تھی اس پر بھی دشمن کا قبضہ تھا۔ زمین ریتلی تھی۔ پاؤں دھنس جاتے ہیں۔ دشمن کے پاس سواریاں تھیں۔ اور مسلمان پا پیادہ تھے۔ ریت پر پاؤں اکھڑ جاتے تھے۔

اللہ نے اپنا فضل و کرم فرمایا۔ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۔ جب ایسا ہوا کہ اس نے چھا جانے والی غنودگی تم پر طاری کر دی تھی کہ یہ اسی کی طرف سے تمہارے لئے تسکین دینے والی خوشی کا سامان تھا۔ اور آسمان سے تم پر پانی برسا دیا تھا۔ تاکہ تمہیں پاک و صاف ہونے کا موقع دے اور (ریتیلے میدان) میں قدم جم جائیں۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کی کارسازی نے کس طرح مشکلات راہ کو آسان فرما دیا۔ دلوں میں چین دینے کے لئے نیند طاری کر دی۔ مسلمان بیدار ہوئے تو دلوں سے خوف و ہراس دور ہو چکا تھا بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی پہلی رات میں کوئی ایسا آدمی نہ تھا۔ جو سو نہ گیا ہو ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر عبادت میں مصروف رہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو ذمہ دار ہوتا ہے اسے نیند نہیں آسکتی۔ خدا کی قدرت کہ عین موقعہ پر بارش ہوگئی۔ مسلمانوں نے نہا دھو کر افراط سے پانی جمع کر لیا۔ اور جا بجا حوض بنا لئے گئے۔ بارش کی وجہ سے ریت جم گئی۔ پاؤں دھنسنے کا اندیشہ جاتا رہا۔ دشمن کی جانب سے جو وسوسہ اندازیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ وہ جاتی رہیں۔

موجودہ دور میں بھی فنون جنگ میں جن باتوں پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ وہ سپاہیوں کی اسپرٹ یعنی فکری و معنوی قویٰ کو درست رکھنے پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے تو غلط ہو یا صحیح، قرآن حکیم نے بھی یہاں اسی حقیقت کو بیان فرمایا تاکہ سکون قلب سے قدم مضبوط ہو جائیں۔ بارش کا نزول بھی قدرت کی طرف سے ایک برقت امداد تھی۔ بسا اوقات قدرتی طور پر ایک معمولی حادثہ بھی فتح و شکست کا سامان بن جاتا ہے۔ روس کی فتح کے وقت برفباری سے برزد آزما ہوتے ہوئے۔ پنولین بوناپارٹ جیسے بہادروں کو قرار کھنا پڑا کہ

بازوئے قدرت سے ٹکرا سکتے نہیں میرے سوار

لیکن جنگ بدر میں قدرت نے نزول باران رحمت سے اور نزول ملائکہ سے مسلمانوں کی۔ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الآیۃ (ترجمہ) وہ یہ وقت تھا جب تیرے پروردگار نے فرشتوں پر وحی کی تھی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں (یعنی میری مدد تمہارے ساتھ ہے) پس مومنوں کو استوار رکھو عنقریب ایسا ہو گا کہ میں کافروں کے دلوں میں مومنوں کی دہشت ڈال دونگا میں ان کی گردنوں پر ضرب لگاؤ اور ان کے پاؤں کی ایک ایک انگلی پر ضرب لگاؤ کہ اسی لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا۔ تو یاد رکھو اللہ اور اس کی پاداش میں سخت سزا دینے والا ہے۔

میدان جنگ میں بھاگنا گناہ عظیم ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ الآیۃ مسلمانو جب کافروں کے لشکر سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے (یعنی وہ ہجوم کر کے تمہارے مقابلے کے لئے چڑھ دوڑیں) تو انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ (سینہ سپر ہو کر لڑو) جو کوئی ایسے موقع پر پیٹھ دکھائے تو سمجھ لو وہ خدا کے غضب میں آگیا۔ اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے (اور جس کا ٹھکانہ دوزخ ہوا تو اس کے پہنچنے کی جگہ کیا ہی بری جگہ ہے۔ مگر ہاں جو کوئی لڑائی کی مصلحت سے ہٹ جائے یا اپنے فوجی دستوں میں سے کسی دستے کے پاس جگہ لینی چاہیئے۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں (نیز یہ بھی ہے) کہ تم نے انہیں میدان جنگ میں قتل کیا۔ بلکہ خدا نے قتل کیا ہے (یعنی محض اس کی تائید سے ایسا ہوا (اور اے پیغمبرؐ) جب تم نے میدان بدر میں مٹھی بھر کر خاک پھینکی تو حقیقت یہ ہے کہ تم نے نہیں پھینکی تھی۔ خدا نے پھینکی تھی اور یہ اس لئے ہوا تھا اس کے ذریعہ سے ایمان والوں سے ایک بہتر آزمائش میں ڈال کر آزمائے بلا شبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

حضرات! آج جنگ بدر کی یاد تازہ کرتے وقت ہمیں اس بات پر نہیں بھولنا چاہیئے کہ وہ پیغام اسلام جو حضورؐ نے رمضان کی لیلۃ مبارکہ میں خدا سے حاصل کر کے حرا سے اتر کر صفا کی چوٹی سے افراد نسل آدم کو دیا ہے۔ جسے آپ متواتر ۱۳ برس تک مکہ اور طائف کی گلی کوچوں میں دیتے رہے۔ اور جسے ہجرت کی رات کو لے کر مدینہ پہنچے تھے۔ اور کفار مکہ جسے مٹانے کے لئے میدان بدر میں چڑھ دوڑنے تھے۔ اور جسے حضورؐ نے تمام غزوات و سریات میں بلند کیا ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ اس پکار کا ہم جواب دیں۔ اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو۔ وہ تمہیں پکارتا ہے۔ تاکہ تمہیں روحانی ہلاکت کے بعد زندگی بخشے وہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے بدتر حیوان وہ انسان ہیں۔ جو بہرے گونگے ہو گئے ہیں۔ جو کچھ نہیں سمجھتے۔ حضرات! آج کون نہیں جانتا کہ یہود و نصاریٰ مشرکین سب مسلمانوں کی دشمن ہیں۔

لیکن باوجود جاننے پہچاننے کے ہم ان کی دوستی و محبت پر فخر و مباہات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے آہ۔

ــ یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو ــ
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ ــ

آدمیت زار نالید از فرنگ
زندگی ہنگامہ بر چید از فرنگ
ذاتی از فرنگ از کار فرنگ
تا کجا در قید زنّار فرنگ
زخم از و نشتر از و سوزن از و
ما و جوئے خون امید خوبیں چہ باید کرد

اے علمائے امت! آج شہدائے بدر و حنین کی مقدس ارواح تمہیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں۔ کہ تم نے غفلت و سرشاری کی نیند کیوں اختیار کر لی۔

اے صلحائے امت! آج صحابہؓ تابعین۔ ائمہ دین اور شہیدائے کربلا تم سے مخاطب ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ کہ ہم کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسینؓ کی۔

آزادی حیات کا وہ سرمدی اصول۔
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول۔

آج میرے کانوں میں امیر شریعت مجاہد ملت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے وہ الفاظ اسی طرح گونج رہے کہ آپ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ زار و زار رو رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ اے قرآن! آج تو سب سے زیادہ دنیا میں مظلوم ہے۔

کیا قرآن ظلم و ستم سے نجات پا چکا ہے۔ کیا وہ پابند طوق و سلاسل نہیں ہے۔ کیا وہ مدارس یونیورسٹیوں سکولوں اور کالجوں سے اور ستم بالائے ستم یہ نہیں ہے کہ وہ مسجدوں سے بھی نکالا نہیں جا رہا ہے ــــ کیا ہو گیا ہے۔ ان علماء حق کو جو حق کی خاطر طوق و سلاسل کو گلے کا ہار بنا لیتے تھے۔ اور زندان کو سنت یوسفی سمجھتے تھے لیکن آج سوائے چند فروعی اور غیر ضروری مسائل کے کچھ موضوع ہی نہیں رہا۔

میں طول کلام کا عادی نہیں ہوں لیکن یہ امر واقع ہے کہ علمائے حق ہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ملت اسلامیہ نشۂ

مولانا جمیل احمد میواتی

خطرۂ عظیم اور اُس کا علاج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵
الحمد للہ وحدہٗ — والصلوٰۃ والسلام
علی من لا نبی بعدہٗ ولا رسول بعدہٗ
ولا نبوت بعدہٗ ۔

خدام الدین کے ایک اداریہ میں یہ بات پڑھی گئی تھی کہ یہود بے بہبود (اسرائیل حکومت) کی طرف سے قرآن مجید کی تحریف کی ایک اور صورت پیدا کی گئی ہے ۔ سو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ۔ ہمیشہ سے نصاریٰ و یہود بدبخت ایسی حرکات کرتے آئے ہیں ۔ اس سے قرآن مجید کا تو کچھ بگڑتا نہیں ۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ جلشانہٗ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرما لیا ہے ۔ البتہ ان جہنمیوں کی آگ میں ضرور اضافہ ہوتا رہے گا اور جو دنیا میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں ان پر مزید لعنت کا سبب ہے ۔ — انگریز اپنے دورِ حکومت میں اسلام دشمنی کے تحت قرآن مجید کے مٹانے کے سلسلہ میں کیا کچھ نہیں کرتا رہا ۔ مگر منہ کی کھائی ۔ قرآن مجید بحمد اللہ تعالےٰ بعینہٖ اسی آب و تاب کے ساتھ ہاتھوں میں اور سینوں میں موجود و محفوظ ہے ۔ جو چاند پر تھوکے گا تو تھوک اس کے منہ پر ہی پڑے گی ۔ چاند پر بھلا تھوکا کہاں جا سکتا ہے ۔

یہ تو یہود و نصاریٰ کی خرافات کا ذکر تھا آپ کو تعجب ہوگا کہ مسلمان بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں ۔ گو ان کی نیت مٹانے یا ختم کرنے کی نہ ہو ۔ مگر کم علمی اور سادگی کو کیا کریں ۔ — نتائج تو بہرحال برے ہی نکلتے ہیں ۔ کوئی زہر جان کر کھا لے تو خودکشی اور بھولے سے کھا لے گا تو موت کا سبب تب بھی بن سکتا ہے ۔ مگر خودکشی کے الزام سے پاک ہوگا نتیجہ دونوں صورتوں میں موت ہی ہے ۔ ذیل کی سطور میں اسی سادگی اور کم علمی کی بناء پر قرآن مجید کے ساتھ جو ناروا سلوک ہو رہا ہے اور جس کو ہم خدمتِ قرآن مجید سمجھ رہے ہیں اس کی طرف نشان دہی کرنا مقصود ہے ۔ تاکہ مسلمان اس خطرۂ عظیم کو جان سکیں اور اس کا تدارک کر سکیں ایسا نہ ہو کہ زہر اپنا اس حد تک کام کر جائے کہ پھر علاج ہی ناممکن ہو ۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو آج کل "نرے ترجمہ" والا مجموعہ "روشن چراغ" یا اسی طرح مختلف ناموں سے "قرآن مجید" کے نام سے دیکھا جا رہا ہے یعنی جس میں قرآن مجید جو اللہ پاک کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی ایک آیت بھی نہیں ہے اور صرف ترجمہ ہی ترجمہ ہے یہ ہرگز ہرگز قرآن مجید کہلائے جانے کا مستحق نہیں ۔

خوب جان لو یہ نصاریٰ کی خباثت کا اثر ہے ۔ جس طرح انہوں نے انجیل مبارک کے ساتھ ہر طرح کی تحریف کی ہے وہاں انہوں نے انجیل کے مختلف تراجم بھی شائع کر دیئے ہیں جس میں متن کا نام تک نہیں ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج دنیا میں ان میں سے کوئی یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ اصل انجیل ہمارے پاس موجود ہے سب کے پاس مختلف تراجم ہی ہیں ۔ اور یہ ہی چیز دنیا میں عام ہے ۔ یہ کتنی محرومی ہے کہ اصل متن کی اگرچہ اس میں بھی جی بھر کر تحریف کی گئی ہے کوئی ایک سطر بھی ان کے پاس اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں ۔ ٹھیک اسی طرح جان لو اگر متن کے بغیر قرآن مجید کے بھی مختلف تراجم شائع کرنے کی مہم چل نکلی تو وہ دن دور نہیں کہ تم بھی اپنی اس نالائقی کی بناء پر ان کی طرح محروم کر دئے جاؤ ۔ مگر یہ ہوگا ہرگز نہیں اس لئے کہ اللہ پاک نے اس کو اپنی اصلیت پر قائم رکھنے کا وعدہ فرما لیا ہے ۔ البتہ نصاریٰ کی تقلید کے سلسلہ میں تم دونوں جہاں میں لعنت خداوندی کے مستحق ٹھہرائے جاؤ گے ۔ بچو اور بہت بچو ۔ یہ زہر ہے جس کا تمہیں احساس نہیں ۔ ایک دن اس کے اثر سے تمہاری روحانی موت واقع ہو جائے گی ۔

قرآن مجید نام ہے اس مسودہ شریفہ و مجموعۂ پاک کا جو ۲۳ سال میں اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سید الکائنات ختم الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالیہ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قیامت تک کے آنے والے انسانوں کی ہدایت کاملہ کے لئے نازل فرمایا ۔ جس میں آج تک ایک نقطہ کا بھی فرق نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ تعالےٰ ہوگا ۔ اور قیامت تک اسی علوِ شان کے ساتھ باقی رہے گا ۔ یہ مٹے گا نہیں بلکہ مٹانے والے خود مٹ جائیں گے ۔

قرآن مجید صرف عربی زبان میں نازل ہوا ہے ۔ اردو ، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانیں جو اب بولی اور سمجھی جاتی ہیں یا ابتدائے دنیا سے اب تک بولی اور سمجھی جاتی رہی ہیں یا قیامت تک آنے والے عرصہ میں بولی جائیں گی اور سمجھی جائیں گی یا بولی تو جاتی ہوں مگر سمجھی جاتی ہوں یا نہ سمجھی جاتی ہوں خواہ زمین و آسمان کی کسی بھی مخلوق سے متعلق ہوں ان میں سے کسی زبان میں بھی نازل نہیں ہوا ہاں اب تک اور آئندہ بھی جن جن زبانوں میں قرآن مجید کو سمجھنے اور جاننے کے لئے جو مسودات جمع کئے گئے ہیں وہ تراجم قرآن مجید تو کہلائے جا سکتے ہیں مگر متن مبارک کے علاوہ ان تراجم ہی کو قرآن مجید کہنا صریح گمراہی ہے

جس طرح مختلف زبانیں بولنے والے اپنی اپنی زبانوں میں قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے تراجم کرتے ہیں سو اہل عرب بھی اس کو بخوبی سمجھنے کے لئے جو ترجمہ عربی زبان میں کریں گے سو خوب جان لو وہ بھی ترجمۂ قرآن مجید ہی ہوگا ۔ نہ کہ اصلی قرآن مجید ٹھیک جس طرح اردو زبان میں جو ترجمہ کیا گیا ہے ۔ اس کو ہم اردو ترجمہ والا قرآن شریف کہیں گے اور انگریزی زبان میں جو ترجمہ کیا گیا ہے اس کو ہم انگریزی ترجمہ والا قرآن شریف کہیں گے اسی طرح عربی زبان میں جو ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ کم سے کم عربی جاننے والا عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا رہنے والا بخوبی کلام پاک کو سمجھ سکے تو ہم اس کو عربی ترجمہ والا قرآن مجید کہیں گے ۔

اس لئے کہ شیطان اس موقع پر یہ دھوکہ دے سکتا ہے کہ چونکہ قرآن مجید کی زبان عربی ہے لہٰذا نرا عربی ترجمہ قرآن مجید کہلایا جا سکتا ہے ۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں جس طرح اردو انگریزی اور مختلف زبانوں کے نرے ترجمے قرآن مجید نہیں کہلائے جا سکتے ۔ اسی طرح نرا عربی ترجمہ قرآن مجید نہیں کہلایا جا سکتا ۔ قرآن مجید تو صرف اسی مجموعہ مبارک کو کہا جا سکتا ہے ۔ جو ۳۰ پاروں پر مشتمل سورت فاتحہ سے شروع ہو کر سورت الناس پر ختم ہوتا ہے اور عربی زبان میں ہے ۔

عربی زبان اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کے محبوب سید الاولین والآخرین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مادری زبان ہے قبر میں بھی یہ ہی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے کراماً کاتبین اور میت کے درمیان سوال و جواب عربی ہی میں ہوتے ہیں خواہ میت عربی جانتی ہو یا نہ جانتی ہو اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ

سے سب کو سکھا دیتے ہیں۔

جس طرح اُردو زبان میں صرف اردو ترجمہ ہی کو روشن چراغ وغیرہ مختلف ناموں سے موسوم کر کے بلا متن شریفہ کے مسودہ کو قرآن مجید کا نام دے کر شائع کیا جا رہا ہے اور لوگوں کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ ٹھیک اسی طرح امریکی حکومت نے

کے نام سے بلا متن شریفہ کے صرف اور نرا قرآن مجید کا ترجمہ انگریزی میں شائع کیا ہے اور اس کو قرآن مجید کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے — سو خوب جان لو یہ دونوں متذکرہ بالا اردو و انگریزی تراجم ہرگز ہرگز قرآن شریف نہیں ہیں یہ فریب ہے، گمراہی ہے، ضلالت ہے۔

حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے تم کہتے ہو بینا سارے اندھا کوئی کوئی میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی کوئی۔ تم کہتے ہو عقلمند سارے پاگل کوئی کوئی میں کہتا ہوں پاگل سارے عقلمند کوئی کوئی — جب ہیں ہی سارے اندھے اور پاگل تو ان کو کیونکر قرآن مجید اور غیر قرآن میں فرق محسوس ہو سکتا ہے۔ میاں! رات دن چائے پینے والے مسور کی دال کا چھلکا اور کیکر کی چھال پی رہے ہیں اور پھر بھی اصلی و نقلی کی شناخت نہیں کر سکے۔ تو ان جاہلوں کو دین کے معاملے میں کھرے کھوٹے کی کیسے پہچان ہو سکتی ہے؟

انصاف کی بات ہے کہ ہر فن سے متعلق بات اس کے ماہر سے پوچھی جائے اور ماہر فن ہی کی بات سند ہو گی۔ ٹھیک اسی طرح دین سے متعلق تمام باتیں علماء ربانیین ہی سے معلوم کی جائیں اور جو کچھ وہ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں فیصلہ کریں وہ ہی حق و سند ہو گی۔

میں تمام عالم کے مسلمانوں بالخصوص نئی روشنی والوں کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں کہ کسی بھی مسلم فرقہ کے عالم سے آپ معلوم کر لیں کہ وہ مسودہ یا وہ مجموعہ جس میں قرآن مجید کی ایک آیت شریفہ بھی نہ ہو۔ اور صرف اور نرا ترجمہ ہی ترجمہ ہو اگرچہ وہ بالکل صحیح بھی ہو کیا وہ قرآن مجید کہلایا جا سکتا ہے، کیا اس کے پڑھنے کو تلاوت کہیں گے کیا اس کے ایک ایک حرف کے پڑھنے پر دس دس نیکیاں ملیں گی۔ کیا اس کا بے وضو چھونا گناہ ہو گا، کیا اس کی طرف پیٹھ کرنا بے ادبی شمار ہو گی، کیا اس کی تلاوت کا سننا سب پر کام کاج چھوڑ کر واجب ہو گا، کیا سورۃ فاتحہ اور دیگر سورتہائے مبارکہ کی جگہ

صرف ترجمہ کو نماز میں پڑھ لینے سے نماز ہو جائے گی، کیا اس مسودہ کو زبانی رٹ کر تراویح میں سنا دینے سے قرآن مجید کے ختم کرنے کا ثواب مل جائے گا کیا میت کو ان ہی تراجم کے پڑھنے کے بعد ثواب پہنچانے کی نیت کر لینے سے ثواب پہنچ جائے گا، اور اگر بدقسمتی، کور باطنی، بدبختی، جہالت کی بناء پر ان ہی تراجم کو قرآن مجید جان لیا جائے، تو عربی رسم الخط کے ماہر یعنی کاتبوں کو بے کار سمجھ لیا جائے، کیا جن مدارس میں حفظ ناظرہ اور فن تجوید و قرأت کی تعلیم دی جاتی ہے ان کو ڈانس گھر یا راشن آفس بنا دئے جائیں اور حفاظ و قراء کو بے کار سمجھ کر سمندر میں غرق کر کے شہید کر دیا جائے۔ اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ملے اور یقیناً نفی میں ہے — سوچنے اور فکر کرنے کا مقام ہے۔

جو تراجم بلا متن شریفہ کے امریکہ سے چھپ کر آ رہے ہیں اوّل تو وہ قرآن مجید ہیں ہی نہیں اور اگر متن شریفہ کے ساتھ یعنی بین السطور ترجمہ بھی وہیں سے شائع ہو کر آتے تو کیا خیال شریف ہے آپ کا کہ وہ اخلاص پر مبنی ہو گا وہ اسلام دوستی کا مترادف ہو گا۔ میاں! وہ تو سراسر چال اور دھوکہ ہو گا — دجل نام ہے جو ظاہر میں تو صحیح معلوم ہوتا ہو مگر حقیقت میں فریب اور دھوکہ ہو۔ اور ظاہر میں یہ صحیح معلوم ہونا بھی اپنی کم علمی اور بے بصارتی کا سبب ہے۔

سو خوب سمجھ لو نرے ترجمہ والا مجموعہ والا خواہ وہ کسی زبان میں کیوں نہ ہو جس کو آج کل مختلف ناموں سے قرآن مجید کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے یہ ہرگز قرآن شریف نہیں، اس کا چھاپنا گناہ، اس کی کتابت کرنا گناہ، خواہ ٹائپ کی صورت میں کیوں نہ ہو، اس کے شائع کرنے والا مجرم، اس کا پڑھنا گناہ اور پھر گناہ ہرگز ثواب نہیں ہے۔ اس کو عزت و احترام سے دیکھنا، چھونا گناہ، اس کی جلد باندھنا گناہ، اس کی زینت کے سلسلہ میں کسی قسم کی بھی معاونت کرنا گناہ۔ اور خوب جان لو ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں اس کا جلانا ثواب ہے، ثواب ہے، ثواب ہے۔ لہذا جن دوستوں کے پاس غلطی سے ایسے مسوادات آ گئے ہیں وہ ان کو ختم کر دیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں!

کہیں شیطان تمہیں گمراہ نہ کرے

کہ تو جی جلانا ثواب بتلا دیا۔ ارے کم عقلو! جب اس میں قرآن شریف کے حروف مبارک ہیں ہی نہیں اور نرا ترجمہ ہی ہے تو وہ قرآن مجید ہی کہاں ہوا۔ جب قرآن مجید نہ ہوا اور قرآن مجید جو اللہ پاک کا پاک کلام ہے۔ اس کو مٹانے کی یہ ایک ترکیب شیطان نے سجھائی ہے تو اس چیز کو ہر صورت ختم کرنا اس کے وقار کو ختم کرنا، اس کو ناپید کرنا ثواب ہی تو ہوا۔

ٹھیک جس طرح سچے نبی برحق نبی سید الانبیاء خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کوئی نبی ہونے کا دعوے کرے خواہ ان کا نام عبداللہ، عبدالرحمٰن، غلام احمد ہی ہو تو وہ مردود ہے۔ اگرچہ ناموں کے اعتبار سے دیکھو تو کتنے عمدہ نام ہیں، شکل دیکھو مسلمانوں کی سی مگر کام تو شیطانوں کے سے ہیں تو ایسے شخص کو ہم دجّال کہیں گے بے ایمان کہیں گے، کافر کہیں گے، ملعون کہیں گے، جھوٹا کہیں گے۔ جب یہ دجّال، بے ایمان، کافر، ملعون، جھوٹا ہے۔ اگرچہ نام عمدہ اور شکل بظاہر مسلمانوں کی سی ہے تو اس کی بے عزتی کرنا ثواب، اس کا احترام کرنا گناہ، اس کو ہر طرح سے ناپید کرنا، اس کے متعلق دلوں میں نفرت پیدا کرنا عین ثواب ہے اور اس کی کروڑویں حصے میں سے ایک حصّہ کے برابر بھی تعریف کرنا کفر ہے۔

تو بھائیو! اسی طرح نرے ترجمہ والے مسودہ جس میں قرآن مجید کی ایک آیت بھی نہیں خواہ وہ کسی زبان میں اور کیسا ہی عمدہ چھپا ہوا ہو، کاغذ کتنا ہی عمدہ ہو، نام کیسا ہی اچھا ہو وہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ جھوٹا نبی اور دجّال ہوتا ہے جس کا نام بھی عمدہ اور شکل بھی مسلمانوں جیسی مگر رہا پھر بھی بے ایمان کا بے ایمان۔ اسی طرح قرآن مجید کے مقابلہ میں یہ نرے ترجمے خواہ ان کا نام روشن چراغ ہو، جملہ نبی اور دجّال کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی ہر قسم کی بے عزتی کرنا روا اور ذرا سی بھی عزت کرنا کفر ہے۔

مترجم قرآن مجید اور نرے ترجمے والے مسوّدہ میں فرق

بھائیو! جہاں اوپر قرآن مجید کے حروف مبارک اور سطور مبارک ہوں یعنی آیات ہوں۔ اور نیچے خواہ کسی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو جس کو ترجمہ بین السطور بھی کہتے ہیں اس کو ترجمہ والا قرآن مجید یا مترجم قرآن مجید کہتے ہیں۔ چونکہ اصل قرآن مجید ساتھ ساتھ ہے لہذا ترجمہ نیچے خواہ کسی زبان میں ہو اس کا بھی وہ ہی ادب ہے جیسا کہ قرآن شریف کا ادب ہے۔ بین السطور ترجمہ سب سے عمدہ شکل ہے بعض ناشروں نے ایک

صفحہ پر قرآن مجید اور اس کے سامنے والے صفحہ پر ترجمہ شائع کیا ہے۔ اگرچہ یہ بات نئی تو ہے مگر دل کو لگتا نہیں۔ اپنے اکابر مقدسین میں سے کسی کی بابت نہ تو سنا اور نہ دیکھا کہ اس کو پسند فرمایا ہو۔ بعض ناشروں نے ایک ہی صفحہ پر تہائی حصہ پر آیات مبارکہ، بقیہ حصہ پر ترجمہ شائع کیا ہے۔ یہ بھی درست ہے مگر افضل وہ ہی ہے کہ ہر حرف مبارک کے نیچے اس کا ترجمہ ہو۔ ان سب کو مترجم قرآن مجید ہی کہیں گے۔

اور بلا ترجمہ سے مراد وہ مجموعہ اور مسودہ ہے جس میں قرآن مجید کے آیات میں سے تو ایک بھی آیت نہ ہو اور صرف دیگر زبانوں میں یا پھر عربی زبان ہی میں ترجمہ ہی ترجمہ ہو یہ ہرگز قرآن شریف نہیں۔ اس مضمون میں اسی کی مذمت بیان کرنا مقصود ہے۔

مترجم قرآن شریف

بہت سے لوگ جو بدقسمتی سے قرآن شریف پڑھنا جانتے ہی نہیں وہ ان روشن چراغ)وغیرہ کو لے لیتے ہیں۔ اور اردو انگریزی زبانوں کو جاننے کی بنا پر ان کو پڑھتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم تلاوت کر رہے ہیں۔ یہ ان کو دھوکہ لگا ہے اور صریح بھول ہے بلکہ الٹا عذاب ہوگا۔ کہ غیر قرآن کو قرآن مجید سمجھنا یہ مسلمان کے دین سے دور ہونے کی کتنی بڑی دلیل ہے۔ غیر نبی کو نبیؐ برحق سمجھنا، دجال کو نبی برحق سمجھنا جس طرح کفر ہے، بس طرح بیت اللہ شریف کے ماڈل کو جیسا کہ گذشتہ سال ہمارے ملک میں بدقسمتی سے اس کا ظہور ہوا حقیقی معنی میں بیت اللہ سمجھنا اور طواف کرنا اسلام نہیں تو نرے ترجمہ کو قرآن مجید سمجھ لینا کیا گمراہی نہیں؟ مرض کا علاج کرو نہ یہ کہ مرض کو مرض ہی نہ سمجھا جائے اس سے تو ہلاکت ہوگی۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ صاحب ہم قرآن شریف تو پڑھے ہوئے نہیں لہذا نرا ترجمہ والا مسودہ روشن چراغ بھی نہ پڑھیں؟ ان کا یہ کہنا عبث ہے۔ اس کا صحیح جواب یہ ہے۔ کہ اپنے اکابر مقدسین میں سے کسی کے بھی ترجمہ والا قرآن شریف لے لیجئے گا۔ جس میں اوپر آیات مبارکہ لکھی ہوں اور نیچے ترجمہ ہو۔ سو اگر قرآن شریف پڑھنا بالکل نہیں جانتے تب بھی آپ تحت اللفظ ترجمہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور قرآن مجید کے آیات پر نگاہیں بھی پڑتی رہیں گی۔ یہ کس قدر عمدہ اور ثواب کی بات ہے۔ مطلب تو پھر بھی آپ کا حل ہو سکتا ہے۔

بعض لوگ یوں بھی اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب ترجمہ جانے بغیر نماز میں قرآن مجید پڑھنے سے کیا فائدہ! بغیر ترجمہ جانے قرآن مجید پڑھنے سے کیا حاصل؟ سو اس کا یہ جواب ہے کہ فائدہ وحاصل بلا ترجمہ سمجھنے پر بھی ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قرآن مجید بلا سمجھے پڑھنے پر بھی نیکیاں ملیں گی۔ ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ ہر حرف پر جو دس نیکیاں ملیں گی وہ بلا سمجھے پڑھنے پر ہی تو ہیں۔ سمجھ کر پڑھنے پر تو اور زیادہ نفع ملے گا۔ حتیٰ کہ جو لوگ صحیح طور پر پڑھ بھی نہیں سکتے۔ بلکہ ابھی پڑھنا سیکھ ہی رہے ہیں اور اس دوران میں اٹکتے بھی ہیں اس پر ان کو دو چند ثواب ملیگا ایک پڑھنے کا دوسرا اٹکنے اور پھر دوبارہ صحیح کرنے کی مشقت پر، اور جو لوگ اس میں مہارت حاصل کر چکے ہیں ان کے تو درجات کی بلندی ظاہر ہے۔ (باقی باقی)

بقیہ: خلفائے راشدین کی زندگی...

از بندۂ خدا عمر بن عبدالعزیز

بعد سلام علیکم کے یزید بن عبدالملک کو معلوم ہو کہ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں۔ جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ میں یہ خط تمہیں کرب کی حالت میں لکھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے میرے عہد حکومت کی نسبت سوال ہوگا۔ اور وہ سوال کرنے والا دنیا و آخرت کا مالک خدا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ میں اس سے کوئی بھی اپنا عمل پوشیدہ رکھ سکوں۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میری نجات ہو جائے گی۔ میں دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رحمت کاملہ سے بخش دے۔ اور عذاب دوزخ سے بچائے اور مجھ سے خوش ہو کر جنت عطا فرمائے۔ تمہیں لازم ہے کہ خدا سے ڈرو اور رعیت کی رعایت کرو۔ میرے بعد تم بھی زیادہ دن دنیا میں نہ رہوگے۔ والسلام۔

بقیہ:- میدان بدر یا میدان فرقان

اور جنگ کے جوئے کو اپنے سروں سے اتار پھینکو اور اپنے ناخن تدبیر سے قوموں کے الجھے ہوئے مسائل کی گرہوں کو کھولو۔

خیز و از کار امم بکشا گرہ
نشۂ افرنگ را از سر بنہ

حضرات! مجھے جاتے جاتے یہ بھی عرض کرنے کا موقع دیجئے۔ کہ آج ہم جنگ بدر کی یاد منا رہے ہیں۔ اور حال ہی میں پاکستان کی اسلامی فوجوں نے سترہ دن تک ایک جابر کا ملک مقابلہ کیا۔ اور متواتر اٹھارہ سال سے کشمیری مسلمان حق خود ارادیت کے لئے مظاہر جلسے جلوس اور ہڑتالیں کر رہے ہیں۔ اور مزید جدوجہد جاری ہے۔ لیکن چند دن ہوئے کہ پاکستان کے بہت معزز شہری بین الاقوامی عدالت عالیہ کے اور دنیا کے مسلّم قانون دان سر ظفر اللہ نے اسی مقام پر یہ کہہ کر رہے۔ کہ اسلام میں جلسے جلوس ہڑتالیں قطعاً ناجائز ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ ایسے گروہ سے متعلق ہیں۔ جو اس خیال کا حامل ہے کہ

چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کیلئے حرام ہے اب جنگ و قتال

لیکن اس دور میں اس "مفتی اعظم" اور امیر المومنین کا یہ فتویٰ ردی کی ٹوکری میں پھینک دینے کے لائق ہے۔ یا قابل عمل ہے۔

مجھے صدر مملکت سے براہ راست یہ پوچھنے کا حق ہے کہ ایسے شخص اور ایسی برادری کو ایسی طرح کھلی اجازت رہے گی۔ کہ وہ ایسے وقت میں جب کہ مسلمان قوم دعوت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ وہ اسی طرح مسلمانوں کے معتقدات سے کھیلتی رہیگی؟ کہ جلسے جلوس ہڑتالیں اسلام میں ناجائز ہیں تو پھر جنگ بدر کے مجاہدین کا وہ جلسہ اور جلوس نہ تھا۔ جو مدینہ سے نکل کر مقام بدر پر پہنچا تھا۔ اگر جلسے جلوس ناجائز ہیں تو پھر آپ نے کیوں جلسہ منعقد کیا اور کیوں خطاب کر رہے ہیں۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ فرنگی مقامرین سیاست کے اشاروں پر سر ظفر اللہ پھر پاکستان میں پر تول رہے ہیں۔ اور ۵۳ء کی یاد تازہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور ملت اسلامیہ کے متحدہ شیرازے کو بکھیر کر بھارت اور مغربی سامراج کی جڑوں کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن میں انہیں بھی یہ مشورہ دوں گا۔ کہ ملت اسلامیہ اب ہشیار ہو چکی ہے۔ وہ آپ کے اس "فتویٰ" اور اس اسلام "کو قطعاً قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

عاصم نعمانی

انسان کا دشمن

میں اسے کبھی چین سے نہ بیٹھنے دوں گا وہ ہر ایک کی بات سنے گا مگر تیری بات سننے کے لئے اس کے پاس فرصت نہ ہوگی۔ ہر ایک کا حکم ماننے گا اور ہر ایک کے آگے آداب بجا لانے میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ لیکن تیرا حکم ماننے اور تیرا ادب بجا لانے کو وہ ثانوی اہمیت تک بھی نہ دینے پائے گا۔ میری پُرفریب چالوں سے نکل کر وہ کہیں جانا پسند نہیں کرے گا — کل کے وعدے پر آج کے نقد کو کوئی احمق ہی قبول کر سکتا ہے — میں ایڑی چوٹی کا زور اسے تیرے راستے سے بھٹکانے پر صرف کر دونگا اور اس میں مجھے کامیابی ہوگی۔

ملک تیرا ہوگا رعایا میری

کھائیں گے تیرا اور گیت گائیں گے میرے۔

"یہ بات بھرے دربار میں کہی گئی۔ دربار میں بالکل سناٹا تھا۔ کوئی زبان حرکت نہیں کر رہی تھی۔ خاموشی اور موت کا سا سکوت۔ بادشاہ سلامت نہایت بُردباری اور تحمل سے اعلان بغاوت سن رہے تھے۔ کسی قسم کی کوئی پریشانی اور گھبراہٹ نام کی کسی چیز کا دور دور تک کوئی نشان پتہ نہ دیکھا گیا۔ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

"بادشاہ سلامت! آپ نے میرا اعلان تو سن لیا ہوگا"۔ ایک بار پھر آواز بلند ہوئی۔ آپ ہی کے ملک میں یہ کارِ بغاوت و سرکشی انجام دینے کا عزم لئے ہمیشہ کے لئے آپ سے رخصت ہو رہا ہوں۔ اس توقع کے ساتھ کہ میرے راستے میں بے جا رکاوٹیں پیدا نہیں کی جائیں گی۔ اور اپنے بنیادی حق کے استعمال کرنے کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ایک قانونی اور باضابطہ حکومت میں ہوتا ہے۔

"جی ہاں! ہماری طرف سے کوئی پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔ یہ بادشاہِ کائنات کی طرف سے اعلان تھا۔ آپ کو اس مملکت میں ہر طرح کی آزادی ہے، اپنے نظریات کا پرچار کرنے کی اور لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی۔ ہاں اتنا اعلان ہم ضرور کر دیں گے کہ یہ شخص ہمارا باغی ہے اور جو اس کی بات مانے گا وہ بھی باغی قرار پائے گا۔ ایسے سب لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق اور بنیادی ضروریات ملتی رہیں گی۔ مگر جشن نوروز کی نوازشات اور انعامات سے وہ یکسر محروم رہیں گے۔

ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو بیش بہا خزانے، سدا بہار باغ اور لہلہاتے کھیت ہیں اور دوسری بے شمار قسم کا سامانِ آرائش و آرام ہے اس میں اپنی رعایا کو بھی شامل کریں، وہ بھی ان نعمتوں سے متمتع ہوں اور تکالیف و آلام کے بعد سکون و اطمینان سے ہمکنار ہو سکیں۔ مگر ظاہر ہے اس قسم کے انعامات باغیوں کو نہیں دئے جا سکتے۔ غداروں اور بے وفاؤں کو ایسی نوازشات سے نہیں نوازا جاتا اور نمک حراموں کو ان چیزوں کی ہوا تک نہیں لگنے دی جاتی۔

یہ عنایات تو لازماً فداکاروں اور ادب گذاروں ہی کا حصہ ہوتی ہیں۔ اور جان نثار ایسی مہربانیوں سے محروم نہیں ہونے پاتے۔

اس میں کوئی بات خلافِ قاعدہ اور بے ضابطہ نہیں ہے۔ یہ مسلمہ اصول ہیں جو حق و انصاف پر مبنی ہیں۔ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں کی جائیگی اور نوازشات کا مستحق کوئی شخص محروم نہیں رہے گا۔

اس اعلان کے ساتھ ہی دربار برخاست ہو جاتا ہے۔ فریقین ...... ظلوم و جہول انسان ...... اور کفر و غرور شیطان .... اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کا بار اٹھائے وعدۂ فردا پر کارگاہِ زیست کی طرف چل پڑتے ہیں۔

بادشاہِ کائنات کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ انسان کو تھوڑی دیر کے لئے روک لیا جاتا ہے، کچھ سمجھانے کے لئے اور زندگی کی پرخار وادیوں سے سلامت گذر جانے کی ہدایات دینے کے لئے۔

خطاب ہوتا ہے:-

"یہ ابلیس ہے۔ شیطان۔ جسے تکبر کی وجہ سے نافرمانی کرنے کی بنا پر ہم نے اپنے دربار سے ہمیشہ کے لئے نکال دیا ہے۔

یہ انسان کا دشمن ہے۔

ایسا دشمن جس سے کبھی دوستی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

کھلا ہوا اور شک و شبہ سے بالا۔ دشمن اور بدخواہ۔

فریب کار، دھوکے باز، جھوٹوں کا بادشاہ۔ انسان کو راہ مستقیم سے بھٹکانے کے لئے جھوٹی قسمیں تک کھا جانے میں باک محسوس نہیں کرے گا۔

انسان کو چاہئے کہ وہ بھی اسے اپنا دشمن اور بدخواہ ہی جانے اور اس کے پُرفریب اور مکارانہ حملوں سے بچنے کی فکر کرے۔

ہم نے اس دنیا میں اسے مہلت دی ہے اور اس کے بھیک مانگنے پر، اس کی نقل و حرکت پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ مگر اس کے بعد جس سزا و عقوبت سے وہ دوچار ہونے والا ہے اس کا اعلان بھی ہم نے ابھی سے کر دیا ہے۔ وہ اس لئے کہ لوگ اس کے فریب میں نہ آئیں اور اس جہنم سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں جو اس کے لئے اور اس کے پیروؤں کے لئے ہم نے تیار کر رکھی ہے۔

جن لوگوں کو وہ اپنے پیچھے لگا لے گا وہ سب اس کے ساتھ اس میں ڈال دئے جائیں گے۔

وہ کیا ہے... آگ، چاروں طرف آگ۔

تپتی ہوئی آگ۔

کلیجہ کھینچ لینے والی۔

آدمیوں کو جلا دینے والی

نیچے آگ اور اوپر آگ، گویا اوڑھنا بچھونا آگ ہی کا ہوگا۔

جہاں تک نظر جائے گی وہاں تک آگ ہی آگ۔

ایسے میں شدّت پیاس پانی کا تقاضا کرے گی تو پانی بھی آگ ہی کا ملے گا۔ کھولتا ہوا گندا اور بدبودار، گویا وہ خون اور پیپ ہے پیاس کیا بجھائے گا جھلس کے رکھ دیگا آنتیں کٹ جائیں گی اور جسم کے اندرونی نظام میں تباہی مچا دے گا۔ وہاں زندگی کیا ہوگی، ہلاکت کو اس پر ترجیح دے گا۔ موت موت کی صدائیں بلند ہو رہی ہوں گی لیکن موت ہو گی کہاں جو آ کر مصیبتوں کا خاتمہ کر دے

اس کے داروغہ ہمارے فرشتے ہیں۔ جو نہ رشوت لیں گے اور نہ رحم کھا کر کوئی تخفیف کریں گے۔

اس فہمائش کے بعد انسان کو بھی کشمکش حیات میں ڈال دیا جاتا ہے۔

دشمن عیّار اور تجربہ کار ہے مگر انسان ابھی ابھی اس چنین و چناں سے روشناس ہوا ہے۔ بڑی احتیاط سے خوب پھونک پھونک کر قدم بڑھا رہا ہے اور دشمن کو قریب آنے کا موقع نہیں دے رہا۔ ذرا وہ قریب ہوا اور کوئی وار کیا تو اس نے کائنات کے بادشاہ کے دربار میں رپورٹ درج کرائی کہ اے پروردگار عالم! ہم سے کوتاہی ہو گئی کہ دشمن کو قریب آنے کا موقع مل گیا۔ اب اگر

آپ اپنی عنایات سے اسے دفع نہیں کریں گے تو ہم تیری رحمت سے دور جا پڑیں گے اور ہر ایسے موقع پر بادشاہ کائنات نے اس کمزور و ناتواں انسان کی دستگیری کی اور وہ دشمن کے مقابلے میں ڈٹا رہا۔

زمانے کی گاڑی بڑی تیزی سے چلتی رہی۔ ایک اسٹیشن دو اسٹیشن۔ تین اسٹیشن۔ اسٹیشنوں پر اسٹیشن چھوڑتی چلی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ بہت دور نکل گئی۔ گاڑی کی اس تیز رفتاری میں اور جگہ کی اجنبیت میں وہ یہ بھول گیا کہ منزل مقصود کون سی تھی۔

حیران و سرگردان تھا کہ کس طرف نکل آیا ہوں۔ محاذ سے اتنا پیچھے ہٹ جانا دشمن کے لئے سنہری موقع تھا۔ اور وہ اس سے ہرگز غافل نہ تھا۔ میدان زندگی کے تمام محاذ اس نے کھول رکھے تھے اب دشمن اس غفلت سے فائدہ اٹھا کر کافی اندر گھس آیا تھا۔ جنگ اب اس کی اپنی حدود میں ہو رہی تھی۔ چنانچہ بہت جلد حالت پتلی ہو گئی۔ اور قریب تھا کہ وہ ظالم و بے رحم دشمن کے آگے ہتھیار ڈال دے کہ رحمت خداوندی ایک بار پھر جوش میں آئی اور اس نے اپنے دست غیب سے انسان کی مدد فرمائی رحمت خداوندی کی مشیت نے تقاضا کیا کہ ایک بار پھر انسان کو اٹھایا جائے اور اسے اس قابل بنا دیا جائے کہ دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر ہو سکے۔ یہ ایک مزید موقع اور آخری موقع اسے دیا جا رہا تھا۔

اے دنیا والو! میں رحمت ایزدی کا مظہر ہوں۔ اگر دشمن کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر بادشاہِ کائنات کے حضور میں سرخرو ہونا چاہتے ہو تو میری بات سنو۔ اور میری ہدایات پر عمل کرو۔ اس میں تمہارا اپنا بھلا ہے۔ میرا کوئی ذاتی مفاد تمہاری اس اطاعت سے وابستہ نہیں ہے۔

یہ اعلان تھا اس آخری بزرگ ہستی کی طرف سے جو بادشاہِ کائنات کا آخری پیغام لے کر دنیا کے پاس تشریف لائی اور اتمام حجت کرتے ہوئے احکام الٰہی کی تکمیل فرما دی

بقیہ : خطبہ جمعہ

خود بخود مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔

دعا کیسے قبول ہو؟

ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا کھانا حرام کا، لباس حرام کا، غذا حرام کی ہو اُس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

چنانچہ

یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حرام کھانے سے اوّل تو عبادت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور اگر حرام خور عبادت کرے تو قبول نہیں۔

حرام اور حلال کی تمیز باطن کی بینائی سے ہوتی ہے۔ اگر باطن کی ہو تو پتہ چلتا ہے کہ کون سی اشیاء حلال ہیں اور کون سی حرام ہیں بہت سی چیزیں بظاہر حلال اور اندر سے حرام ہوتی ہیں۔ لاہور کا دودھ اور گوشت اکثر حرام ہوتا ہے۔ بعض قصائی ایک دوسرے کے جانور چُرا لیتے ہیں۔ اس لئے اُن کا گوشت حقیقت میں حلال و طیّب نہیں ہوتا۔ گوجروں کے ہاں گائے اور بھینس کے بچے بلک بلک کر مر جاتے ہیں۔ اسی طرح بچّوں پر ظلم کر کے حاصل شدہ دودھ حقیقت میں حلال و طیّب نہیں ہوتا۔

مزید برآں حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حرام خوری سے باطن کی بینائی ہرگز پیدا نہیں ہوتی۔ اسی لئے اکثر لوگ باطن کے اندھے ہیں۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ سوا انکھے سارے اندھا کوئی کوئی۔ لیکن میں کہتا ہوں اندھے سارے سوا انکھا کوئی کوئی ہے اللہ تعالٰے ہم سب کو باطن کی بینائی اور اکل حلال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حاصل

یہ نکلا کہ اسلام میں اکل حلال کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ یہاں جانوروں تک کا حق مارنے سے بھی غذا پر اثر پڑتا ہے۔ اور وہ طیّب نہیں رہتی۔ اس لئے بزرگانِ دین رزقِ حلال کو خاص اہمیت دیتے ہیں ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ واشگاف الفاظ میں فرمایا کرتے تھے کہ رزقِ حلال کا کھانا ایک مسلمان کے لئے اشد ضروری ہے — یاد رکھو! حرام کا رزق کھانے سے انسان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے اور آخرت بھی — کیا آپ نہیں دیکھتے کہ لاہور کی سبزی بدمزہ ہوتی ہے کیونکہ وہ لاہور کے غلیظ، گندے اور اور ناپاک پانی سے نشوونما پاتی ہے۔ گویا وہ سبزی زبانِ حال سے بتلا دیتی ہے کہ میں گندے اور ناپاک پانی کی پیداوار ہوں۔ اسی طرح جو انسان حرام کا مال کھا کر تربیت پاتا ہے اُس کے اقوال اور اعمال میں شرافت، صلاحیّت، اور سعادت کے آثار نظر نہیں آئیں گے۔ بلکہ کمینہ پن اور بے حیائی کے کاموں کی طرف اس کا رجحان زیادہ ہو گا۔

اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ ہمیں رزقِ حلال کھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔



مصری قاریوں کی لاہور میں آمد

دنیا بھر کے مشہور قاری الشیخ عبدالباسط مصری کی قیادت میں مصر کے ممتاز قرأ حضرات کا ایک وفد پاکستان کے دورہ پر ۷، ۸ فروری کو کراچی اور ۱۳ فروری کو جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور پہنچ رہا ہے۔ وفد راولپنڈی بھی جائیگا۔ (قاری محمد شریف قصوری جنرل سیکرٹری جمعیت اتحاد القراء پاکستان لاہور)

دعائے صحت

مرزا محمد داؤد بیگ ولد حاجی عبدالرحمٰن بیگ صاحب ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ قارئین "خدام الدین" سے درخواست ہے۔ کہ خاص طور پر دعائے صحت فرمائیں۔

(منظور سعید احمد)

بقیہ: اداریہ

علامہ اقبال نے دین کی نئی نئی تعبیروں ہی کو فساد قرار دیا ہے اور ان ملاؤں کو ہی مطعون کیا ہے جو ہمیشہ چڑھتے سورج کی پرستش کرتے اور وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت کی تعلیمات کو بھی بدلنے کے خواہاں رہتے ہیں اور جو اس شعر کا عملی نمونہ ہیں ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

اور اس جنس کے ملاؤں سے صاحبِ مضمون کی یقیناً رسم و راہ ہو گی کہ وہ خود بھی اسی قبیل سے ہیں باقی صاحبِ مضمون کا یہ کہنا کہ ہزاروں تماشائیوں نے میچ دیکھا۔ تو تماشائیوں کا ہجوم "مخلوط میچ" کا شرعی جواز ہرگز نہیں بن سکتا۔ عوام شریعتِ مطہرہ کی رہنمائی کے محتاج ہیں شریعت لوگوں کی پسند و ناپسند کے تابع نہیں۔ لوگ قانون کے تابع ہوتے ہیں، قانون عوام کے تابع نہیں ہوتا۔ اگر ملک کے سارے ہی لوگ چوری کرنے لگ جائیں تو کیا چوروں کی کثرت اس بات کا جواز ہو گی کہ چوری مستحسن فعل ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر عقلمند اس کے جواب میں یہی کہے گا کہ لوگوں کی کثرت و قلت کسی فعل کے جواز یا عدم جواز کی کسوٹی نہیں بن سکتی۔۔۔ جواز اور عدم جواز کی کسوٹی خدا کا قانون اور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کی ہوئی شریعت ہے اور اس کے خلاف ہر چیز ٹھکرا دینے کے قابل ہے۔

آخر میں ہم اپنی معزز و محترم حکومت کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے، اسلام ہی نے اس کی ہر آڑے وقت میں حفاظت کی ہے اور حالیہ جنگ میں اسے اسلام ہی کے نام پر بے مثال اور شاندار فتح حاصل ہوئی ہے۔ یہ ملک مسلمانوں کی جائے پناہ ہے۔ ہیجڑوں اور گویوں کی تربیت گاہ نہیں۔ اس مقدس سرزمین کو خلوص و ایثار پیشہ مجاہدوں، جانبازوں اور پاک لوگوں کا مسکن بنانا مقصود ہے۔ ہوس پرستوں، خواہشاتِ نفسانی کے اسیروں اور اوباشوں کی بستی بنانا ہرگز مطلوب نہیں۔ یہ خطۂ ارضی معرضِ وجود میں ہی اس لئے آیا تھا کہ اسے محمدی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنایا جائے گا نہ کہ یہاں اندر کی سبھا جمے گی یا اسے مغربی طرز کا کوئی ناچ گھر بنانے کے خواب دیکھے جائیں گے۔۔۔ پس اس ملک میں کتاب و سنت کی تعلیمات کو ہی بالادستی نصیب ہونی چاہیئے۔ خلافِ شرع امور اور اسلام سے باغیانہ رجحانات کو پنپنے کی ہرگز اجازت نہ ہونی چاہیئے۔

خود صدر مملکت نے جنگ کے دوران نصرتِ الٰہی کے بے پایاں مشاہدات کا نظارہ کرنے کے بعد ۱۲ ستمبر کو یہ وعدہ فرمایا تھا کہ "۶ ستمبر سے ۱۲ ستمبر تک کے عہد آفرین تجربے کے بعد ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اب اسلام ہی ہماری مشعلِ راہ ہو گا"۔

پھر فائر بندی کے بعد یکم اکتوبر کو قوم کے نام نشری تقریر میں انہوں نے اس اعلان کا اعادہ کیا اور فرمایا کہ:۔

"یہ تجربات گہرے اور ہمہ گیر ہیں ۔۔ کسی عارضی جوش و خروش کا نتیجہ نہیں اور نہ وقتی اور گزر جانے والی باتیں ہیں۔ ان واقعات نے ہمیں زندگی کے ہر میدان کے لئے ایک مستقل طریقِ عمل بخشا ہے اور یہی دراصل اسلام کا ضابطۂ حیات ہے۔ انشاء اللہ اب یہی طریقِ عمل ہمارے آئندہ طرزِ فکر و عمل کے لئے مشعلِ راہ ہو گا"۔

کیا اس عہد و میثاق کے بعد ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ مخلوط میچ اور اللوں تللوں کے ذریعے دفاعی فنڈ اکٹھا کرنے والے حکام و افسران۔ اسلام ہی کی روشنی میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں؟ اور آیا یہ صدر مملکت کے وفادار ہیں یا دشمن؟

ہماری رائے میں تو یہ لوگ جو سترہ روزہ جنگ کے دوران اللہ تعالےٰ کی بے گمان نصرت کا اعتراف کرنے کے بعد فلمی ستاروں کے میچ اور خلافِ شرع اجتماعات منعقد کر کے مسلمان قوم کو بے حیا اور بدکردار بنانے کی مہم شروع کئے ہوئے ہیں اور جو اسلامی قدروں کو پامال کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اُن بھارتیوں سے بھی زیادہ ہمارے دشمن ہیں جو ۶ ستمبر کو ہماری سرحدوں اور آبادیوں پر چڑھ دوڑے تھے۔ ہم وثوق سے اور شریعتِ محمدیہ کی روشنی میں عرض کر سکتے ہیں کہ دفاعی فنڈ کے نام پر بیحیائی کی یہ مجالس، پاک وطن اور جہاد کے نظریئے کی صریح توہین کے مترادف ہیں اور ان سے کسی وقت بھی غضب الٰہی بھڑک سکتا ہے۔

قانونِ قدرت یہی ہے کہ جب کوئی فرد یا قوم عظیم مصیبت کے دوران اپنے رب سے مضبوط عہد و پیمان کرنے کے بعد عہد شکنی کی مرتکب ہو تو اللہ تعالےٰ کا غصہ بھڑک اٹھتا ہے اور عہد شکن فرد یا قوم پر مختلف صورتوں میں عذابِ الٰہی مسلط کر دیا جاتا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیئے۔ کہ بارش کا نہ ہونا اور خشک سالی جس سے ہم اب دوچار ہیں کہیں غضبِ الٰہی کی ابتداء تو نہیں؟۔۔۔ آخر کیا وجہ ہے کہ لوگ دست بدعا ہیں، نماز استسقاء پڑھی جا رہی ہے لیکن بادل نہیں آتے اور نہ ہی مینہ برستا ہے۔ فصلیں سوکھ سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہیں اور خشک سالی کے ہاتھوں غلّہ کا بھاؤ تیز ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے مگر بارانِ رحمت کا نزول ہی نہیں ہو رہا۔ یہ سب ہمارے ہی کئے کا ثمرہ اور گناہوں کی پاداش ہے علامہ اقبال نے اسی لئے کہا ہے ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
اور کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف

پس ہمیں اپنے کئے پر نادم ہونا چاہیئے۔ خلافِ شرع میچوں اور دیگر اللوں تللوں سے یکسر ہاتھ کھینچ لینا چاہیئے۔ تاکہ رحمتِ الٰہی ہماری طرف متوجّہ ہو اور غضب الٰہی رک جائے۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری مؤقر حکومت اور بالخصوص صوبہ کے متدین گورنر اس جانب خصوصی توجہ فرمائیں گے اور منٹگمری کے ضلعی حکام سے فوری طور پر اس سلسلے میں بازپرس کریں گے۔

بقیہ: مجلس ذکر

اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ جو کوشش کرتا ہے وہ پاتا ہے۔ کوشش شرط ہے۔ آگے کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ کبھی خیال نہ کریں۔ کہ میں اکیلا ہوں جو حرام خوری سے بچنے اور حلال کمانے کی کوشش کرتا ہوں۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں اکیلے ہی تھے۔ ایک ہی کایا پلٹنے کا سبب بنتے ہیں۔ آپ حلال کمائی کی تدابیر اختیار کریں۔ راہیں آسان کرنا۔ اور کامیابی عطا فرمانا۔ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ رمضان کے مہینے کا سب سے بڑا مقصد بھی یہی تھا۔ کہ جب اللہ کی رضا کے لئے ایک مہینہ ہم نے حرام خوری چھوڑ دی ہے تو باقی ۱۱ مہینے اللہ کی رضا کے لئے ہر حرام کام اور حرام خوری سے بچنے کی ہمت د کوشش کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اوامر پر عمل کریں۔ اور نواہی سے بچیں اور دوسروں کو بھی نیکی کی طرف دعوت دیں۔ دوسروں کو تلقین کرنے سے آپ کی نجات ہو جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ نیکی کی راہ پر چلانے والے کو نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔ اگر آپ کے کہنے پر کوئی راہ راست پر آ جائے۔ نمازی بن جائے، حرام خورد و نوش سے بچ جائے تو آپ کا اور اس کا بیڑہ پار ہو جائیگا

حضرتؒ مجلس ذکر کے بعد اصلاحِ حال کے لئے سبق دیا کرتے تھے۔ اس سبق کو پکانے سے یقینی طور پر اصلاح ہو جاتی تھی۔ محترم حضرات! نیکی کو پھیلانے اور بڑھانے کی کوشش کریں۔ ہم حکومت کو تو کہتے ہیں۔ کہ وہ نیکی کے لئے کوشش نہیں کرتی۔ اسلام کی اشاعت نہیں کرتی۔ لیکن اپنی حالت پر کبھی نظر نہیں کی۔ آپ اپنی کمزوری کو دور کریں۔ آپ پر جتنا فرض عائد ہے۔ اسے ادا کرنے کی ہمت د کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ساری عمر حرام خورد و نوش عمل بد سے بچائے۔ اور نیک اعمال کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ : درسِ حدیث

خطابی کا قول ہے کہ ایسے ہی موزوں ہیں سے ایک کا پہننا اور ایک آستین کا پہننا اور چادر میں ایک شانہ کھلا رکھنا دوسرا ڈھکا سب مکروہ ہیں اور بعض علماء نے صرف جوتے کے ساتھ اس کو خاص قرار دیا ہے کہ حدیث میں یہی ہے باقی قیاس سے ہے۔

ہمارے دینی مدارس

داخلے شروع ہیں

● — مدرسہ اشرفیہ سکھر میں شمع نبوت کے پروانوں اور علوم دین کے متوالوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ۵ رشوال ۱۳۸۵ھ سے مدرسہ کے تمام شعبوں میں داخلے شروع ہو رہے ہیں۔ یکم ذی قعدہ تک داخلہ ہو گا۔ خواہشمند طلبہ جلد از جلد سکھر پہنچ کر داخلہ لے لیں۔ نابالغ طلبہ کے سرپرستوں کا آنا بھی ضروری ہے بغیر سرپرستوں کے اجازت وضمانت نابالغ طلبہ کا داخلہ نہیں ہو گا۔ (محمد احمد تھانوی مہتمم مدرسہ)

● — دارالعلوم ہزارہ ایبٹ آباد کا داخلہ ۱ شوال المکرم سے شروع ہو رہا ہے۔ بیرونی طلباء کی خوراک و پوشاک کا مدرسہ خود کفیل ہو گا۔ طلباء اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

(المعلن۔ قاضی پیر محمد مہتمم مدرسہ دارالعلوم ہزارہ ایبٹ آباد)

● — علمی حلقوں میں مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوکیرہ محتاج تعارف نہیں ہے۔ عرصہ ۱۸ برس سے قرآن وحدیث کی خدمات باحسن وجوہ انجام دے رہا ہے۔ طالبان علوم اسلامیہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ۵ اشوال مکرم سے مدرسہ ہذا میں تعلیم شروع کر دی گئی۔ داخلہ کے شوق مند حضرات جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کریں۔ (احمد شاہ بخاری مہتمم مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا)

مدرسہ عربیہ (رجسٹرڈ) کمالیہ

عرصہ سات سال سے تدریسی تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا۔ جس کو وفاق المدارس عربیہ پاکستان سے الحاق اور مدرسہ عربی خیرالمدارس ملتان کی سرپرستی بھی حاصل ہے اردو قاری دینیات سے لیکر موقوف علیہ ... تک تعلیم دی جارہی ہے۔ قرآن مجید حفظ وناظرہ تجوید سے پڑھایا جاتا ہے بیرونی طلباء کی ضروریات قیام طعام لباس وغیرہ کا مدرسہ کفیل ہے اس لئے ذہین اور محنتی طلباء مدرسہ ہذا میں داخلہ لیں

محمد رمضان مہتمم مدرسہ عربیہ جامعہ نعمانیہ)

● — مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائلپور کا داخلہ آٹھ شوال ۱۳۸۵ھ سے شروع ہو چکا ہے۔ طلبۂ علوم دینیہ حضرت مولانا مفتی سید سیاح الدین صاحب کاکاخیل کی زیرنگرانی تعلیم وتربیت کے لئے فوراً رجوع کریں۔ دورہ حدیث سے فارغ طلباء فاضل عربی کی تیاری کے لئے فوراً داخلہ لیں

(حکیم حافظ عبدالمجید۔ نابینا۔ بی۔ اے)

● — دارالعلوم حنفیہ چکوال ضلع جہلم کا داخلہ شروع ہے دارالعلوم میں درس نظامی، تجوید وقرأت اور حفظ وناظرہ تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ شائقین طلبہ فوری داخلہ لیں۔ (مہتمم مدرسہ)

● — مدرسہ عربیہ سعیدیہ خانقاہ سراجیہ نزد کندیاں ضلع میانوالی میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا تقرر ہو چکا ہے۔ درس نظامی کی مکمل کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ داخلہ شروع ہے۔ شائقین طلباء جلد رجوع کریں۔ (ناظم مدرسہ)

● — مدرسہ اسلامیہ حنفیہ شاہ نکدر ضلع سرگودھا میں جدید داخلہ برائے حفظِ قرآن مجید بتاریخ ۵ شوال سے شروع ہے۔ طلبہ بہت جلد داخلہ لینے کی کوشش کریں۔ طلبہ کو ہر سہولت دی جاتی ہے۔ (حاجی اللہ بخش صدر مدرسہ)

● — ناظم اعلیٰ دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ محلہ ورکشاپی راولپنڈی نے سالِ رواں کے لئے دورۂ حدیث کا انتظام کر لیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے دورۂ حدیث کے لئے مشہور شیخ الحدیث کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ داخلہ ۱۵ رشوال سے داخلہ شروع ہے شائقین طلبۂ حدیث جلد از جلد داخلہ لیں۔

تلاش گمشدہ

میرا لڑکا محمد امان اللہ عمر ۱۵ سال رنگ گورا اسکول فیض پور تحصیل سمندری آٹھویں جماعت میں زیر تعلیم تھا۔ ۲ جنوری ۱۹۶۶ء سے لاپتہ ہے کسی دوست کو بچے کا علم ہو تو جلد از جلد اطلاع دے کر ثواب دارین حاصل کریں والدین بہت پریشان ہیں۔ امان اللہ اگر خود پڑھے تو فوراً گھر پہنچے اسے کچھ نہ کہا جائیگا۔

محمد صدیق لائن مین محکمہ بجلی
سمندری ضلع لائلپور

بچوں کا صفحہ

قرض جو ادا ہو گیا

مدینہ کی ایک گرم دوپہر میں قبولِ حق کا دلچسپ واقعہ!

محمد امین

زید بن سعنہ ایک مالدار یہودی تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسلام کی دعوت یہود کے سامنے پیش کی تو آپؐ کی تعلیم نے زید کو پوری طرح متوجہ کر لیا اور وہ خاموشی سے آپؐ کی شخصیت اور آپ کی تعلیمات کا مشاہدہ کرتے رہے۔ جب دعوتِ حق کے برحق ہونے کا یقین حاصل ہو گیا تو زید بن سعنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شخصی اوصاف اور سیرت کا مطالعہ کرنے لگے۔ آپؐ کی رفتار، گفتار، رہن سہن طور طریقہ کو دیکھتے رہے اور ہر معاملہ میں اُن کا قائل ہوتا چلا گیا۔

ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں زید بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدو عرب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے تشویشناک اطلاع دی۔

اس نے کہا کہ میں نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ میں نے اُن سے کہا تھا کہ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالٰی تم پر رزق کے دروازے کھول دے گا۔ اور تمہیں مالا مال کر دے گا مگر بدقسمتی سے معاملہ کچھ برعکس ہی ہوا اور میری قوم سخت قحط میں مبتلا ہو گئی اب اگر ان کی مدد نہ کی گئی تو خطرہ ہے وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائے گی۔

معاملہ بڑا اہم اور فوری توجہ طلب تھا۔ مگر مدینہ میں خود مسلمان بڑے سخت اقتصادی بحران سے گذر رہے تھے۔ مہاجر روزگار سے لگے نہیں تھے۔ فقر و فاقہ کی زندگی نے گھیر رکھا تھا۔ اس وقت جب کہ اسلامی جماعت میں ایک ایک فرد کی شمولیت بڑی قدر و قیمت رکھتی تھی۔ پھر اتنا بڑا نقصان کیسے برداشت کیا جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ...عا ﷺ کی طرف دیکھا۔ انہوں نے عرض ... کچھ موجود نہیں ہے۔ آپؐ ...ئے اور جو لوگ حاضر تھے وہ بھی ...ن میں مبتلا ہو گئے۔ عین اس وقت زید بن سعنہ نے پیش کش کی کہ مجھ سے اسّی مثقال سونا قرض لے لیجئے اور مقررہ وقت پر اس کے عوض کھجوریں دے دیجئے — یہ بڑی بروقت مدد تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرما لیا اور زید سے سونا لے کر بدو عرب کے حوالے کر دیا۔

جب مقررہ میعاد میں دو تین روز باقی رہ گئے تو زید اپنے قرض کی یاد دہانی کے لئے عین اُس وقت پہنچا جب آپؐ نمازِ جنازہ پڑھا کر اپنے رفقاء کے ساتھ ایک دیوار کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دھوپ بڑی سخت تھی، وہ دوپہر سخت بھی تھی اور غم انگیز بھی۔ لوگ گرمی کی شدت سے پریشان ہو رہے تھے۔ زید نے آپؐ کی چادر کا دامن پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے نہایت ترشروئی سے کہا:۔

"اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا قرضہ ادا نہیں کرتے، خدا کی قسم! میں عبد المطلب کی اولاد کو خوب جانتا ہوں۔ وہ بڑے نادہندہ ہیں۔"

اس بدتمیزی پر سب کو غصہ آیا۔ حضرت عمرؓ برداشت نہ کر سکے اور زید کو ڈانٹ کر کہا۔

"او خدا کے دشمن! (نعوذ باللہ) کیا بکتا ہے۔ خدا کی قسم مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برہمی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑا دیتا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سختی پر حضرت عمرؓ کو خفگی کی نظر سے دیکھا۔ اور فرمایا:۔

"اے عمرؓ! ایسے موقع پر نرمی کو چاہیئے تھا کہ مجھے ادائے قرض کی تلقین کرتے اور زید کو حسنِ مطالبہ کی نصیحت کرتے۔"

پھر ہدایت کی کہ جاؤ اور ادائے قرض کا انتظام کرو اور اس تلخ لہجہ کی تلافی میں بیس صاع کھجوریں زیادہ دے دو۔

زید کو نہ قرض واپس لینا تھا اور نہ کھجوروں کی ضرورت تھی اور نہ اُس کے دل پر عمرؓ کی ڈانٹ کا کوئی ملال تھا۔ بلکہ وہ تو عجب طرح کی مسرّت محسوس کر رہے تھے۔ یہی وہ حسنِ اخلاق تھا جس کا حوالہ انہوں نے مقدس صحیفوں میں پڑھا تھا۔ وہ جو کچھ پرکھ رہے تھے اس کی اصلیت کھل کر سامنے آ چکی تھی چنانچہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو گواہ بنا کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور نہ صرف اسلام قبول بلکہ اپنا نصف مال بھی مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

جب وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر آئے تو وہاں اُن کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ علمائے یہود نے طنزاً دریافت کیا:۔

"زید! تم تو قرض وصول کرنے گئے تھے؟"

اس پر انہوں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ "قرض چکانے گیا تھا جو میرے ذمہ تھا۔"

یہ تھا آپؐ کا حسنِ اخلاق!

اقوالِ زرّیں

عبد الرحمن کوڈداوی۔ کراچی

تجھے عبادت میں اس وقت تک لطف نہ آئے گا جب تک تو اپنے اور خواہشات کے درمیان لوہے کی دیوار کھڑی نہ کر دے۔ (حضرت بشر حافیؒ)

بندے کی نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ اس پر خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت آسان ہو جائے۔

جب تک کوئی شخص چپ رہتا ہے۔ اس کے عیوب لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتے۔ (شیخ سعدیؒ)

الٰہی! تو مجھے بخش دے اور اگر میں مستحق دوزخ ہوں تو قیامت کے روز اندھا اٹھانا۔ کہ نیکیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ (شیخ عبد القادرؒ)

طویل خاموشی کو لازم پکڑو۔ اس سے پرہیزگاری حاصل ہو گی۔ (سفیان ثوریؒ)

اگر انسان نے محبت، خلوص، خدمت اور دیانت کو شمعِ حیات بنایا ہو تو موت اُسے انوار کا گلدستہ بناتی ہے۔

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ چیزیں تلاش کیں اور ان کو پانچ جگہ پایا۔

۱۔ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی۔
۲۔ قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔
۳۔ منکر نکیر کے سوال کا جواب قرأت میں پایا۔
۴۔ پل صراط کا سہولت سے پار ہو جانا روزہ اور صدقہ میں پایا۔
۵۔ عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔

★

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۲۲ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱۔ ۲ مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۴۔ اگست ۱۹۶۴ء

جہاد

سُہیل بنارسی

پیغامِ زندگی ہے اشارہ جہاد کا
ہر قوم لے رہی ہے سہارا جہاد کا

اسلام کا شرف ہے یہ ایمان کا وقار
وحدانیت کا حسن ہے توحید کی بہار
ویراں اسی کی آنچ سے ہیں کفر کے دیار
طوفانِ آتشیں ہے شرارہ جہاد کا
پیغامِ زندگی ہے اشارہ جہاد کا

رگ رگ میں روبکار ہیں منزل کی عظمتیں
پسپا نہ کر سکیں کبھی باطل کی کثرتیں
رُکتی نہیں جہاد میں بڑھتی حمیتیں
ساحل سے بے نیاز ہے دھارا جہاد کا
پیغامِ زندگی ہے اشارہ جہاد کا

آواز وقت کی ہے زمانے کی ہے پکار
انساں کی اِرتقا کا اسی پر ہے انحصار
میداں میں تھم سکا نہ کوئی وقتِ کارزار
چڑھتا ہوا ازل سے ہے پارہ جہاد کا
پیغامِ زندگی ہے اشارہ جہاد کا

اللہ رے جہاد کے دامن کی وسعتیں
آئیں سمٹ کے دونوں جہاں کی سعادتیں
کس کس طرح برستی ہیں خالق کی نعمتیں
موجوں میں اپنی گم ہے کنارہ جہاد کا
پیغامِ زندگی ہے اشارہ جہاد کا
ہر قوم لے رہی ہے سہارا جہاد کا

ہنگامۂ جہاد سرورِ حیات ہے
بیدار اس کی روح سے یہ کائنات ہے
دنیائے بے ثبات میں دورِ ثبات ہے
کس درجہ ہے بلند ستارہ جہاد کا
پیغامِ زندگی ہے اشارہ جہاد کا

توفیق ہے خدا کی یہ بندے کا حق نہیں
حق کی رضا بغیر میسر نہیں کہیں
مخصوص کائنات میں کوئی نہیں جبیں
تقدیر جس کی بن سکے تارہ جہاد کا
پیغامِ زندگی ہے اشارہ جہاد کا

ہیں سربکف سہیل جو ہنگامِ کارزار
زیرِ قدم ہے اُن کے دو عالم کا اعتبار
رُتبے عظیم رکھتے ہیں وہ پیشِ کردگار
کتنا ہے یہ وسیع ادارہ جہاد کا
پیغامِ زندگی ہے اشارہ جہاد کا
ہر قوم لے رہی ہے سہارا جہاد کا

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا